حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور

حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

تالیف

ڈاکٹر بشار عواد معروف

مقدمہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

ترجمہ

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مکتبہ بینات علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

نام کتاب ______ حضرت علیؓ اور خلفاء راشدینؓ

مؤلف ______ ڈاکٹر بشار عواد معروف

مقدمہ ______ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مترجم ______ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

ناشر ______ مکتبہ بینات کراچی

قیمت ______

فہرست مضامین

نمبر شمار | عنوان | صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی :

حق تعالیٰ اپنے لطف، واحسان سے جس کو جو نعمت چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں،
(واللہ یختص برحمتہ من یشاء)

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد روئے زمین کا سب سے زیادہ خوش قسمت گروہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جماعت ہے، جنہیں ان ناسوتی آنکھوں سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ وہ دولت کبریٰ ہے جو بعد کے کسی ولی وقطب اور غوث وابدال کو نصیب نہیں ہو سکی حضرات صحابہ کرامؓ ہی کی جماعت ہے جسے ارادہ ازلیہ نے پوری کائنات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ورفاقت اور اسلام کی نصرت و حمایت کے لئے منتخب فرمایا جسے (رضی اللہ عنہم ورضواعنہ) کے تاج کرامت سے سرفراز فرمایا۔ جسے پوری دنیا کی امامت کے منصب پر فائز فرمایا۔ اور جسے بعد کی امت کی سیادت وقیادت کا شرف بخشا۔

یہی حضرات نبوت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوۃ وسلام) کے عینی شاہد اور نزول قرآن کے چشم دید گواہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو انہیں حضرات کو اسلام اور قرآن کے پاسبان بنا کر گئے۔ یہی حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کی پوری امت کے درمیان واسطۃ العقد ہیں، اگر اس درمیانی کڑی کو درمیان سے نکال دیا جائے تو بعد کی امت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یکسر کٹ جاتی ہے۔

یہی حضرات ہیں جن کے ایمان واسلام کو دوسروں کے لئے معیار قرار دیا گیا ہے، ارشاد خداوندی ہے :

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ﴾، البقرة آیت ۱۳

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان لائے ہیں اور لوگ۔"

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾، البقرة آیت: ۱۳۷

"سو اگر وہ بھی اسی طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم (اہل اسلام) ایمان لائے تب تو وہ بھی راہ (حق) پر لگ جاویں گے۔"

یہی حضرات ہیں جن کے متبعین بالاحسان سے رضائے الٰہی اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾، التوبة آیت ۱۰۰

"اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں سب سے سابق اور مقدم ہیں۔ اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغیچے مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔"

یہی حضرات ہیں جن کے اجماع کو حجت قاطعہ قرار دیا گیا ہے، اور جن کی راہ چھوڑ کر چلنے والوں کو "فی النار والسقر" ٹھہرایا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے!

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾، النساء آیت ۱۱۵۔

"اور جو شخص رسول کی مخالفت کریگا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔"

یہی حضرات ہیں جن کو "خیرامت" کا خطاب دیا گیا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾، آل عمران آیت ۱۱۰

"تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے" یہی حضرات ہیں جن کے استخلاف فی الارض اور ان کے دین کو جو کہ پسندیدہ خداوندی ہے زمین میں جما دینے کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ النور آیت ۵۵۔

"تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک کام کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائیگا جیسا کہ ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت) کے لئے قوت دیگا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دیگا۔"

قرآن کریم نے شہادت دی ہے، کہ ان حضرات کے درمیان کوئی عداوت و دشمنی نہیں، بلکہ وہ آپس میں رحیم و شفیق تھے۔ ارشاد باری ہے:

﴿رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

"وہ آپس میں نہایت رحم دل ہیں"۔

لیکن قرآن کریم کے اعلان کے علی الرغم منافقوں کا ایک ٹولہ یہ پروپیگنڈا کرتا ہے کہ دو چار کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ نعوذ باللہ۔ مرتد تھے، آل رسولؐ

کے دشمن تھے، انہوں نے علیؓ کا حق خلافت غصب کر لیا تھا، وغیرہ وغیرہ

یہ منافق ٹولہ نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، اسلام کا اور قرآن کا دشمن ہے بلکہ یہ ٹولہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی دشمن ہے۔ (جن سے عقیدت ومحبت کا بظاہر دعویٰ کرتا ہے۔)

یہ مختصر سا رسالہ، جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں تاریخی دلائل وشواہد سے ثابت کیا گیا ہے کہ دشمنان صحابہؓ کا یہ نظریہ کہ صحابہ کرامؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دشمن تھے، قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، کیونکہ فریقین کے ذکر کردہ تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ:

۱..... حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم (ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے، اور ان کے کمالات کے معترف تھے۔

۲..... حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اکابر کی تعریف میں رطب اللسان اور ان کے مقام و مرتبہ وافضلیت کا اعلان فرماتے ہیں۔

۳..... حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد نے ان اکابر کے خاندان میں رشتے ناطے کئے۔

۴..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے نام ان اکابر کے نام پر رکھے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی ان اکابر کے ناموں سے برکت حاصل کرنے کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔

۵..... حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اکابر کے وزیر ومشیر تھے، اور اہم امور میں آپ نے ان اکابر کو نہایت اخلاص و محبت سے ایسے اہم اور زرین مشورے دیئے جن کو اسلامی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

یہ تمام حقائق اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے تعلقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (کہ وہ خود بھی خلیفہ راشد ہیں) نہایت خوشگوار، بلکہ لائق رشک تھے۔ اس لئے جو لوگ حب علی کی نقاب تقیہ اوڑھ کر اکابر صحابہؓ کے خلاف زہر پھیلانا چاہتے ہیں ان حقائق کے مطالعہ سے ان کے تمام حربے کند ہو جائیں گے

زیرِ نظر رسالہ عراق کے مشہور عالم ڈاکٹر بشار عواد معروف نے تصنیف فرمایا ہے، اس رسالہ کی افادیت کے پیش نظر رفیق محترم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر زید مجد ہم نے اس کو عربی سے اردو میں منتقل فرمایا۔ حق تعالیٰ شانہ رسالہ کے فاضل مصنف اور ترجمہ نگار کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ایک اہم موضوع پر قلم اٹھا کر امت کی رہنمائی فرمائی۔

آخر میں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہو گا کہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ نے اس موضوع پر "رحماء بینہم" کے عنوان سے چار جلدوں میں ایک مفصل کتاب تالیف فرمائی ہے، اہل شوق کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محمد یوسف عفی اللہ عنہ

۵/۴/۱۴۱۱ھ

لہ ملنے کا پتہ :۔ دارالتصنیف جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سیرت پر قلم اٹھانا ان بلند اور اعلیٰ مقاصد میں سے ہے، جسے ہر مصنف اور صاحب قلم اپنے لئے باعث فخر و سعادت سمجھتا ہے، اور آپ کی سیرت پر بہت کچھ لکھے جانے کے باوجود آپ کے کمالات و خصائص کے سرچشمے بدستور جاری و ساری ہیں، اور کبھی خشک ہونے والے نہیں، لکھنے والے ان سے بدستور سیراب ہوتے رہیں گے، اور ان کی تالیفات کو ان سے غذا ملتی رہے گی، کیونکہ آپ کا دور اسلامی تاریخ کے زرخیز ترین ادوار میں سے ایک ہے، جس نے امت کی تہذیب و تمدن میں ایک عظیم کردار ادا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت جاننے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ امت کے قاضی، اسلام کے شہسوار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور خاتون جنت ؓ کے شوہر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کے والد ہیں، آپ کا شمار ان مسلمانوں میں ہے جو اسلام میں سبقت لے جانے والے ہیں، اور جنھوں نے بلا کسی جھجک کے اسلام قبول کیا، آپ نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور اس کا حق ادا کیا، اور علم و عمل میں کمال تک پہنچے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت سنائی ایک غزوہ کے موقع پر آپ کو مدینے پر اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی

مثالی دور

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مثالی دور میں زندگی گزاری جس میں نبوت کا سورج طلوع ہوا، امت بنی اور اس کی تکمیل ہوئی، اس کی اخلاقی اور روحانی قدروں اور خصوصیات کا ظہور ہوا، اور مشیت ربانی نے اس مقدس امانت کی حفاظت اور اس کی نشرواشاعت کے لئے سب سے پہلے امت عرب کا انتخاب فرمایا، (واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ) اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو جہاں بھیجے اپنے پیغام کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ امت عرب میں اس امانت کو اٹھانے کے لئے اہلیت اور بنیادی خصوصیات موجود ہیں۔ پھر تربیت محمدی نے ان کو اصل فطرت کی طرف لوٹا دیا، جس پر اللہ نے ان کو پیدا فرمایا تھا اور جو ان کے دادا ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے اور اب یہ عرب (مہاجرین اور انصار) جب محمدی درسگاہ سے فارغ ہوئے تو ان میں ایک تو وہ کمال جمع آیا۔ جو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ان کی خلقت میں رکھا تھا، اور دوسرا وہ کمال جو وحی کی صورت میں ان پر نازل ہوا۔ اور ان کی مثال اس زرخیز زمین کی تھی جس میں کچھ عرصہ کے لئے کھیتی باڑی کرنا چھوڑ دیا جائے، پھر دوبارہ اس میں ہل چلا کر عمدہ قسم کے بیج بوئے جائیں تو وہ بہت ہی عمدہ فصل دیتی ہے۔

عرب مسلمانوں کا یہ مثالی معاشرہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس جماعت میں جب فطری اور کسبی طور پر خیر اور بھلائی جمع ہوگئی تو وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد افضل ترین مخلوق کہلائی، جن کی تعریف خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾۔

سورۃ الفتح آیت: ۲۹۔

"محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں، اور آپس میں مہربان، اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوتے ہیں، ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں، اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی، اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں کو جلا دے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمایا (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ سورہ التوبہ۔ ۱۰۰) اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس ہدایت یافتہ جماعت کے سرفہرست حضرات خلفاء راشدین (ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ علیؓ) ہیں، اور اس مثالی جماعت کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا نہ صرف اس عالمی انسان کی وسیع تصویر دیکھتا ہے بلکہ اس میں اسے اس ساری کائنات کی ایک حسین وجمیل اور حیرت انگیز تصویر نظر آتی ہے۔ یہ وہ جماعت تھی جن کے دلوں میں اس دائمی اسلام کا یقین جاگزیں ہو کر ان کے نفوس و عقول پر چھا چکا تھا جس کے نتیجہ میں ان سے ایسے محیر العقول صفات و اعمال سرزد ہوئے جن کی مثال تاریخ عالم نے کبھی نہیں دیکھی جیسے دنیا کے بالمقابل آخرت کو ترجیح دینا مال و دولت کے بدلے ہدایت کو پسند کرنا مخلوق خدا کو ہدایت کی طرف بلانے کا جذبہ دنیا کے ساز و سامان اور حسن و جمال سے بے رغبتی، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق، بلند ہمتی اور گہری نظر اور اس طرح کے دوسرے صفات۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم حاملین دین ہیں

عرب مسلمانوں کی یہی وہ پہلی مثالی جماعت تھی جنہوں نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی قیادت میں اسلام کی مشعل بلند کی، اور اس سے پورے عالم کو روشن کیا، اور چند سالوں میں عراق، شام، ایران، مصر، ہندوستان، سندھ، مغرب، اندلس وغیرہ ممالک کو فتح کر لیا یہاں تک کہ وہ چین تک جا پہنچے اور اس کے بادشاہ سے جزیہ وصول کیا، اور صدر اسلام سے لے کر آج تک اس سارے عرصہ میں وہی اس امت کے ائمہ اور مقتدا رہے، اور انہی میں سے خلفاء، امراء، قضاۃ اور سپہ سالار تھے، اور علامہ بیرونی کی تعبیر میں (ہمارا دین اور ہماری حکومت دونوں عربی ہیں اور ایسے دو جڑواں بھائی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔) (کتاب الصیدنہ، ورق ۲)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کردار

صحیح روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو آپ کی عمر ۱۳ برس کی تھی، اور تیئیس (۲۳) سال عہد نبوی میں اور پچیس (۲۵) سال حضرات خلفاء راشدین (ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ) کے دور میں اور تقریباً پانچ سال بحیثیت امیر المومنین اور خلیفہ مسلمین کے گزارے۔

(تہذیب الکمال، جزء ۱ مجلد ۲۰ الترجمہ ۴۰۸۹ تحقیق دکتور بشار۔)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا وہ زمانہ جو آپ نے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ کے عہد میں گزرا ہے، یہ آپ کا وہ زرخیز زمانہ ہے جس میں آپ کے علمی جواہر ظاہر ہوئے اور ایک اسلامی حکومت کے نظم ونسق کے اصول کا پتہ چلا جو انہوں نے اپنے بھائیوں (خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم) کے مشوروں کی صورت میں پیش کئے، اور امت کو اس کی تعمیر و ترقی اور ایک عظیم حکومت قائم کرنے کے سلسلہ میں درپیش مسائل کے حل کے لئے آپ نے اپنا علم اور تمام خداداد صلاحیتیں وقف کر دیں۔ اور اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "آپ عرب اور مسلمانوں میں قضاء کو زیادہ جاننے والے تھے۔" اور یحیٰی بن سعید نے حضرت سعید بن المسیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے مشکل مسئلہ سے پناہ چاہتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت ابو الحسن رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔"

(تہذیب الکمال، مزی ۲۰ ترجمہ ۴۰۸۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کردار کی اہمیت اس لئے بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جہاد اور نئی ابھرنے والی اسلامی تحریک کی تائید میں مشغول رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کا علم کھل کر سامنے نہ آسکا، اس طرح آپ کی خلافت کا عرصہ مسلمانوں میں بعض جھگڑوں کو ختم کرنے، اور بعض فتنوں کی آگ کو نہایت حکمت صبر اور تدبر سے ٹھنڈا کرنے میں گزرا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعاون کی بنیاد اپنے بھائیوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ عموماً اور شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خصوصاً اخوت ایمانی پر مبنی تھی اور اس تربیت کا نتیجہ تھی۔ جو آپ کو بیت نبوت سے ملی تھی، اور یہ اسلام کی پہلی اور مثالی جماعت کی ایک عظیم تاریخی مثال تھی، کہ کس طرح انہوں نے خدمت اسلام کا حق ادا

کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت کٹھن حالات میں ان حضرات کو خیر خواہی کے ساتھ اپنی صحیح رائے پیش فرماکر ان کا اور اسلام کا حق ادا فرمایا۔ جس پر ان حضرات نے آپ کے علم کی وسعت، انداز فکر کی گہرائی اور صحیح رائے کا اعتراف اور ان کی بہت تعریف فرمائی ہے۔

شعوبیوں کی جانب سے اس حقیقت کی الٹی تصویر

صحابہ کرام اور خلفاء راشدین ؓ کی اس حسین وجمیل اور با رونق تصویر کے بالمقابل ایک بالکل الٹی تصویر وہ تصویر ہے جسے بعض مجوسی شعوبی اور اسلام سے بغض و عناد رکھنے والے اور اس باطل نظریہ پر چلنے والے اپنائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی (جن میں سر فہرست خلفاء ثلاثہ ہیں) نہایت سیاہ اور تاریک تصویر پیش کی ہے، جس کے خدو خال کفران نعمت، ظلم، غدر، کتمان حق، اتباع نفس، حب جاہ، اور گھٹیا مقاصد کے لئے قرآن و سنت کی تعلیمات میں تحریف کرنا ہیں۔ ان شعوبیوں کی نگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس ۲۳ سال تک جو عظیم محنت فرمائی ہے اس کے نتیجہ میں صرف تین چار افراد ایسے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام پر قائم رہ سکے۔ ان کے علاوہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نعوذ باللہ سب کے سب مرتد ہو گئے۔ ان کی نگاہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی شامل ہیں) کی ساری زندگی خلافت کے جھگڑوں میں گزری، اور انہوں نے پوری امت کو دنیوی اغراض اور شخصی انانیت کی وجہ سے جنگوں میں مشغول رکھا۔ اور عربوں پر وہی قبائلی عصبیت غالب رہی، اور اسلام اور نبوی ہدایت اس میں کوئی تبدیلی نہ کر سکی، اور حضرات

لہ جو اپنی عجمیت پر فخر اور عربوں سے نفرت کرتے ہیں۔

خلفاء ثلاثہ (ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) العیاذ باللہ غاصب اور حق سے دور تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت خوف، ڈر اور تقیہ کی بنا پر کی تھی۔ یہ وہ تصویر ہے جسے ان مجوسی اور شعوبیوں نے پیش کیا ہے۔

جس سے ان کا مقصد اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ عربوں میں اسلام کی امانت اور اس کی ذمہ داری اٹھانے اور دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت نہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے ان کی گردنوں پر ڈالی ہے!

اور اس سازش سے ان شعوبیوں کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی اور ان کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کی ولاء اور محبت کے پردے میں چھپ کر امت اسلامیہ کے خلاف کام کریں، حالانکہ اس منصوبہ کا راز ہر عقل سلیم رکھنے والے انسان پر فاش ہو چکا ہے۔

الحمدللہ کہ سب مسلمان اہل بیت اور ان کے بزرگوں سے محبت کرتے ہیں، جن میں سرفہرست حضرت علی، اور ان کے صاحب زادگان اور پوتے ہیں۔ اور ہر مسلمان جب فرض سنت اور نفل نماز میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات کو بھی صلاۃ و برکت میں یاد کرتا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں جو حضرات اہل بیت کی محبت اور عقیدت میں حد سے آگے بڑھ کر اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو خیر امت اخرجت للناس کا ایک حصہ ہیں) کے حق میں طعن و تشنیع کا ذریعہ بناتے ہیں۔

امت اسلامیہ اور تاریخ اسلام کے ساتھ بُرا برتاؤ

اس قسم کی کوششیں ان سازشوں اور تحریکوں کی ابتداء تھیں جو، سیلاب کی طرح نہ ختم ہونے والی صورت میں ظاہر ہوئیں، اور جن کا مقصد امت اسلامیہ اس کی تاریخ اور اسکے عقیدہ پر کاری ضرب لگانا تھی، جس کے لئے انہوں نے اس امت کی بلند شخصیات اور عظیم زعماء کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا، جو اپنے ایمان اور جہاد کی برکت سے عظمت کے کوہ گراں بن گئے جن کی بعد میں آنے والے مسلمان نسلاً بعد نسل اقتداء کرتے چلے آرہے ہیں یہ خفیہ سازش کرنے والے شعوبیت کی دعوت دینے والے زنادقہ

ان کو یقیناً معلوم تھا کہ یہ عزت والی امت جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تبلیغ کا فریضہ سپرد کیا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے دین کے زعماء اور ائمہ کے ساتھ (جو اس کے تمدن و ثقافت کے بلند نشان ہیں) شدید قلبی تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے یہ سب باطل فرقے اس خبیث کوشش میں متفق ہو گئے، جس کے ذریعہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو دوسرے عقائد اور افکار کے ساتھ مخلوط کرنا اور خفیہ طریقے سے ان اسلام کی بزرگ اور بلند ہستیوں کے خلاف پروپیگنڈا کر کے ان کی حیثیت کو کم کرنا چاہا، اور جب بھی ان کو موقع اور فرصت ملی جھوٹی باتیں اور جھوٹی افواہیں پھیلانے لگے۔ کیونکہ وہ اسلامی خلافت کا مقابلہ کرنے، دینی عقائد کو بگاڑنے اور عربی قیادت کی عمارت کو ڈھانے سے ناامید ہو چکے تھے۔

فارسی مجوسیوں کے دہقانوں نے عربوں کے غلبہ کے خلاف کام کیا

چنانچہ ختم ہونے والی مجوسیت کے مجاوروں، ٹکڑے ٹکڑے ہونے والی مزوکیت کے کاہنوں اور فارس اور خراسان کے ان دہقانوں نے جو شکست خوردہ کسروانیوں کی اولاد ... ہر دور میں شعوبیت کے معاون و مددگار بن گئے، اور عربوں سے ان کا بغض و کینہ اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے کفر و زندقہ اور دین سے مرتد ہونے کو پسند کیا۔ انہی کے بارے میں سینکڑوں برس پہلے جاحظ نے اپنا مشہور مقولہ کہا تھا: (زیادہ تر وہ لوگ جو اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہوئے، انہیں یہ شکوک و شبہات شعوبیت کی بنا پر لاحق ہوئے، اور جب انسان کسی چیز سے نفرت کرتا ہے تو اس کے ماننے والوں سے بھی نفرت کرتا ہے اور جب وہ عربی زبان سے نفرت کرتا ہے تو جزیرۃ العرب سے نفرت کرتا ہے، اور اس طرح اس کے حالات بدلتے بدلتے اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اسلام سے بالکلیہ خارج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے ناقلین عرب ہی تھے اور وہی اس امت کے سلف ہیں۔

البیان والتبیین ۱۸/۳

چنانچہ ہر دور میں جب بھی کوئی ایسا فتنہ اور بغاوت اٹھی جس کا مقصد عربوں کے

تسلط کو ختم کرنا اور اسلامی خلافت کو نقصان پہنچانا تھا ان پروپیگنڈائی جماعتوں نے ان باغیوں اور مفسدوں کا پورا پورا ساتھ دیا، اور ہر اس شخص کی تائید کی جو جھوٹا، حریص، ظالم اور بے وقوف تھا، اور جس کے شیطانی جذبات، مزدکی افکار اور مجوسی توہمات نے اس کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ وہ قرآن کی تیار کی ہوئی امت اسلام کے پیغام، عربوں اور مسلمانوں کی تاریخ اور خلافت اسلامیہ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور ان کینہ پرور جماعتوں نے ان افکار و نظریات کو اس طرح اپنا لیا کہ وہ ان کی عادت اور طبیعت بن گئے۔ اور اگلوں سے پچھلوں میں بطور وراثت منتقل ہوتے رہے، اور ان افکار کو آنکھیں بند کر کے اندھے اور بہرے ہو کر قبول کر لیا جاتا رہا، اور اب گویا کہ ان افکار کے ماننے والے بے جان اور بے حس و حرکت ہونے میں ان ہتھیاروں کی مانند ہیں جن کو تخریب کاری، افتراء پردازی اور بغاوت میں استعمال کیا جاتا ہے، جب کہ ان افکار سے بڑا مقصد (جسے ان کے شیطان ان کے لئے مزین کرتے ہیں) اسلام کو مٹانا، عربوں اور مسلمانوں کو بدنام کرنا، اور تباہ شدہ مجوسیت کی طرف لوٹنا ہو۔

تلبیس و تدلیس

یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن کی کڑیاں ایک دوسرے سے اس تسلسل کے ساتھ ملی ہوئی ہیں کہ جب آپ ان حالات کو پڑھیں گے جو ان تحریکات کے بارے میں مؤرخین نے ذکر کئے ہیں تو آپ کو ان سب میں ایک ہی قسم کا رنگ نظر آئے گا۔ جن کے اصول و قواعد ایک دوسرے سے ملتے جلتے دکھائی دیں گے اور اگر کہیں اختلاف ہو گا بھی تو صرف جزوی تفصیلات اور عارضی امور کا ہو گا جو حالات اور زمانے کے تقاضوں کے اختلاف اور تلبیس اور تدلیس کے انداز کے اختلاف کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اس سرکشی، بغاوت اور ظلم کے سلسلہ کی ہر ایک کڑی میں آپ کو الوہیت کی شکل میں ایک امام ملے گا جو اپنے لئے عصمت اور روحانی ولایت کا دعویدار ہو گا، اور جھوٹ اور بہتان کے ذریعہ اہل بیت کی طرف نسبت کرتا ہو گا۔ اور منافقت اور ریا کاری سے اسلام اور اس کے عقائد پر اپنی غیرت کا اظہار کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے

ہوئے نظر آئے گا۔ لیکن گردش ایام جلد ہی اس کی حقیقت کو کھول کر رکھ دیتی ہے کہ اس کذاب گمراہ، شریر، عقل کے مریض، خبیث النفس، کینہ اور بغض رکھنے والے شخص کے دل کو عربوں کی عداوت نے ختم کر دیا ہے۔ اور اس کے نفس پر دین اسلام کے بغض کا غلبہ ہو چکا ہے۔ اور اس وصف میں عبداللہ بن سبا یہودی، ابو مسلم خراسانی، بابک خرمی، اسماعیل صفوی اور دور جدید کا خمینی سب برابر ہیں۔ ان کے نام مختلف ہیں۔ زمانوں میں دوری ہے، لیکن ان کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ اور سب کی حقیقت ایک ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جس کا آخری نتیجہ۔ اسلام سے روگردانی، اور قرآن کی آیات اور اس کے احکام کی باطنی اور غلط تاویلات، اور ایسا غلو اور زندقہ جو انسان کو اسلام اور مسلمانوں سے بہت دور جا کر پھینکتا ہے، اور درحقیقت یہ وہ تاریک اور کینہ در شعوبیت ہے جس کا سرچشمہ باطنیت ہے اور جو جھوٹ اور نفاق سے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔

خمینی کا دور

چونکہ خمینیت کا دور بھی حقیقت میں اس سیاسی فارسی اور باطنی تحریکات کے سلسلہ کی ایک کڑی کی حیثیت رکھتا ہے، جس نے اسلام کا لباس پہن رکھا ہے، اور جس کا مقصد عرب اور اسلام کو ختم کرنا، اور اسلام کے حاملین اور مسلمانوں کے ائمہ کے خلاف جھوٹی اور من گھڑت خبریں پھیلانا ہے، اس لئے اس کے مؤسس اور بانی نے اپنی کتابوں اور اپنے بیانات میں صاف صاف اور کھل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے خلاف اپنے بغض و عناد اور طعن و تشنیع کا اظہار کیا ہے اور حضرات خلفاء راشدین (ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) اور دوسرے مسلمان خلفاء کی تکفیر کی ہے۔ یہ تکفیر کہیں تو اشارۃً کی ہے جیسے اس کی کتاب "الحکومۃ الاسلامیۃ" میں ہے اور کہیں صراحت کے ساتھ کی ہے، جیسے اس کی کتاب "کشف الاسرار" میں ہے۔

اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں خمینی نے دو فصلیں لکھی ہیں جن میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تکفیر کی ہے، کیونکہ ان دونوں حضرات نے خمینی کے زعم میں قرآن کی نصوص کی مخالفت کی ہے۔ پہلی فصل کا اس نے

عنوان قائم کیا ہے (مخالفۃ ابی بکر لنصوص القرآن) (ص ۱۱۱۔ ۱۱۴)، اور دوسری فصل کا عنوان ہے۔ (مخالفۃ عمر لکتاب اللہ) (۱۱۴۔ ۱۱۷)۔ ان فصلوں میں اس نے جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لے کر عربوں اور اسلام کے خلاف اپنے چھپے ہوئے بغض اور کینہ کا اظہار کیا ہے۔ اور اسلام کے اس عظیم دور کے خلاف اپنے ناپاک عزائم کو ظاہر کیا، جس کی تعمیر میں ان دو خلفاء راشدین کے کارناموں کو دخل ہے۔ جنہوں نے اسلام اور عربیت کی ایک عظیم مملکت قائم کرکے روئے زمین میں توحید اور عدل وانصاف کو پھیلایا، اور لوگوں کو ظلم وستم سے نجات دی، اور مجوسی شہنشاہیت کو ختم کیا جو لوگوں کو حلقہ اسلام میں داخل ہونے سے روک رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خمینی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے لئے (جبت اور طاغوت) کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور ان دونوں پر لعنت کو واجب سمجھتا ہے۔ العیاذ باللہ۔ اور ان دونوں پر اور ان کی صاحب زادیوں اور امہات المومنین عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں ہیں ان سب پر لعنت کرنے کو مستحسن اور موجب اجر عظیم سمجھتا ہے۔

اسی خمینی نے دوسروں کے ساتھ مل کر اس دعا کو شائع کیا ہے جس میں یہ کفریہ افکار موجود ہیں اور جو (تحفۃ العوام مقبول) کے صفحہ ۴۲۲۔ ۴۲۳ میں ہے اور لاہور میں چھپی ہے اور اس پر اس کے دستخط ہیں۔

علماء اسلام نے ہمیشہ امت کو ان ناپاک سازشوں کی نشاندھی کی

علماء امت نے (جن کے فرائض میں اس امت کے عقائد اور ان کے تقدس کی حفاظت شامل ہے) جب ان ناپاک سازشوں اور خطرناک منصوبوں کا انکشاف کیا، تو انہوں نے ہمیشہ امت اسلامیہ کو ان شاطرانہ انداز اور طور طریقوں سے متنبہ کیا، اور یہ کہ ان تمام سازشوں کے پیچھے ان کے وہ کونسے مقاصد ہیں جن کی تکمیل کے لئے تمام اعداء اسلام ان کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں، اور ان تعاون کرنے والوں میں یہود اور مجوس سرفہرست ہیں۔

ان مشہور علماء اسلام میں جنہوں نے ان سازشی فرقوں کا مقابلہ کیا ایک امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب "فضائح الباطنیہ" میں ان کو کھل کر بیان کیا ہے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ

امام غزالی اپنی کتاب "فضائح الباطنیہ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ "مجوس اور مزدکیہ کی ایک جماعت، ملحد ثانویہ کے ایک فرقے، اور متقدمین ملحد فلاسفہ کے ایک بڑے گروہ نے آپس میں مل کر مشورہ کیا، اور ایسی تدبیر نکالنے میں اپنی اپنی رائے اور مشورہ دیا جس کے ذریعہ اس صدمہ کا غم ہلکا کر سکیں جو ان کو مسلمانوں کے غلبہ سے پہنچا ہے، اور اس مصیبت کے آثار کو کم کر سکیں جو ان میں مسلمانوں کی شان و شوکت سے ظاہر ہوئے ہیں، اور جس کی وجہ سے ان کی زبانیں اپنے فاسد عقائد (جیسے کائنات کے صانع کا انکار، انبیاء کرام کا انکار اور حشر و نشر اور قیامت کے روز اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا انکار) کے ظاہر کرنے سے گنگ ہو گئیں۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت قوت پکڑ چکا ہے۔ اور اس کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پھیل چکی ہے۔ اور اس کا تسلط بھی کافی وسیع ہو چکا ہے، اور اس کے نظام کو کافی شان و شوکت حاصل ہو چکی ہے، اور ہمارے بڑوں کے ملک پر بھی قابض ہو گئے ہیں اور مختلف ریاستوں میں نہایت آرام و راحت کی زندگی گزار رہے ہیں، اور ہماری عقل و دانش کو کوئی وزن نہیں دیتے۔ اب عسکری طور پر ان کا مقابلہ ممکن نہیں، اور نہ ہی مکر و فریب سے ان کو شکست دی جاسکتی ہے۔ اگر ہم ان کو اپنے مذہب کی دعوت دیں تو وہ شیر بن جاتے ہیں اور ہماری بات پر کان بھی نہیں دھرتے۔

اب ہمارے سامنے کامیابی کا صرف ایک ہی راستہ ہے، وہ یہ کہ ہم ان میں سے کسی ایک فرقے کا عقیدہ اپنا لیں، اور اس کی طرف اپنی نسبت کر کے محفوظ ہو جائیں، اور اہل بیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے ان کے شر سے بچ جائیں۔ اور پھر ان کی طبیعتوں کے میلان کی رعایت کرتے ہوئے ان سے دوستی جوڑیں۔ اور پھر ان کے ان بزرگوں کے حق میں زبان درازی کریں جو ان کے سلف اور مقتدا ہیں۔ اور جب ہم ان

کے ان بزرگوں کو ان کی نگاہ میں گرا دینے میں کامیاب ہو جائیں گے جن کے واسطہ سے وہ اپنے دین اور اپنی شریعت کو نقل کرتے ہیں۔ تب ان کے لئے اپنی شریعت کی طرف رجوع کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور ہمارے لئے ان کو ان کے دین سے عاری کرنا آسان ہو جائے گا۔

اور اب اس کے بعد اگر وہ قرآن کے ظاہر اور متواتر احادیث کا دامن پکڑیں گے تو ہم ان سے کہیں گے کہ ان ظاہری نصوص کے کچھ اسرار اور باطنی معنی ہیں اور ظاہری نصوص کے سامنے جھکنا بے وقوفی کی علامت ہے، اور باطنی معنی پر اعتقاد رکھنا عقلمندی کی علامت ہے۔ اب ہم ان میں اپنے عقائد و اذکار پھیلانا شروع کریں گے اور ان کو یہ باور کرائیں گے کہ قرآن کے ظاہر کا بھی یہی مطلب ہے۔

پھر جب اس فرقے کے ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھ جائے گی تو اب ان کے حمایتی اور بظاہر مدد گار ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے دوسرے فرقوں کو اپنی طرف آہستہ آہستہ مائل کرنا آسان ہو جائے گا۔ آخر میں اس تجویز پر متفق ہو گئے کہ ہم اپنے لئے ایک ایسے شخص کا ان لوگوں سے انتخاب کریں جو مذہب کے بارے میں ہماری مدد کرتے ہیں، اور اس کے بارے میں یہ نظریہ قائم کرلیں کہ اس کا تعلق اہل بیت سے ہے، اور ساری مخلوق پر اس کی بیعت واجب ہے اور ان پر اس کی طاعت متعین ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے، اور اللہ کی جانب سے غلطی اور لغزش سے معصوم ہے۔"

فارسی مجوسیوں کا حضرت علیؓ پر جھوٹ اور بہتان باندھنا

اب ہم ایسی عبارات پیش کریں گے جو واضح طور پر بتلا رہی ہیں کہ ان فارسی مجوسیوں نے کس طرح حضرت علی اور ان کے صاحب زادگان گرامی قدر پر جھوٹ اور بہتان باندھا ہے۔ اور یہ نہ ان کی تعلیمات پر چلتے ہیں اور نہ ہی ان کی آراء کی اقتداء کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے لائحہ عمل اور راستہ پر چلتے ہیں بلکہ ان کے اقوال و آراء پر عمل کرنے

کے بجائے ان کی کھلی مخالفت کرتے ہیں، خاص کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین اور آپ کی ازواج مطہرات، اور ان بزرگ صحابہ کے بارے میں جو پہلے عرب مسلمان اور اس دین کے حاملین میں سب سے افضل تھے، جنہوں نے دین کے اس دائمی پیغام کو تمام دنیا تک پہنچایا، اور اس کی راہ میں جہاد کیا اور اس کا حق ادا کیا، ——— اور جنہوں نے اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ وہ راتوں کو عبادت میں جاگنے والے اور دنوں کو روزے رکھنے والے تھے، جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اپنی اس محکم کتاب میں فرمائی ہے۔ جس کے آگے پیچھے اور کسی طرف سے باطل اس کے قریب نہیں آسکتا۔

اس کتاب کے لکھنے میں ہمارے مراجع

زیر نظر کتاب کے مضامین میں ہم نے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہے جو اہل سنت اور اہل تشیع کے ہاں قابل اعتماد ہیں، اور اس سے ہمارا مقصد مجوسیوں کے اس دجل و فریب اور بہتان کو واضح کرنا ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں تراشے ہیں، اور ان کی طرف ایسے مسائل کی نسبت کی ہے جن سے عقل انسانی اور فطرت سلیمہ نفرت اور انکار کرتی ہے، اور وہ مسائل اہل بیت کے صحیح راستہ کے سراسر خلاف اور اس تعلق اور حب صادق کے منافی ہیں جو آل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان موجود تھی۔

صحابہ کرام کے بارے میں حضرت علیؓ کا موقف

ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو (جو تمام آل بیت کے سردار ہیں) دیکھتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ہمیشہ خیر کے ساتھ یاد کرتے تھے اور ان کی مدح اور تعریف نہایت عمدہ پیرائے میں بیان فرماتے تھے۔ آپ نے بعد میں آنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے۔ صحابہ کرامؓ کا تعارف ان الفاظ میں فرمایا: (میں

نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہے، تم میں سے کوئی بھی مجھے ان جیسا نظر نہیں آتا، وہ صبح اس حال میں کرتے کہ پراگندہ بال اور غبار آلود ہوتے، جب کہ وہ رات سجدہ اور قیام کی حالت میں گزار دیتے تھے، اور اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو باری باری بدلتے، اور آخرت کو یاد کر کے ایسے بے چین ہو جاتے تھے جیسے گرم پتھر پر کھڑے ہوں اور طویل سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان (یعنی ان کے ماتھے پر) ایسے گٹے پڑ گئے تھے جیسے بکری کے گھٹنے ہوں۔ جب ان کے سامنے اللہ کو یاد کیا جاتا تو ان کی آنکھیں یہاں تک کہ ان کے گریبان آنسوؤں سے تر ہو جاتے۔ اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں یوں تھرتھراتے جھک جاتے جس طرح سخت آندھی کے وقت درخت جھک جاتے ہیں۔ (نہج البلاغۃ ۱۴۳، الارشاد للشیخ المفید ۱۲۶)

نیز ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ اپنی آخری عمر میں کس طرح وہ ان مقدس ہستیوں کو یاد کر کے ان کے فراق پر افسوس کرتے ہیں۔ فرمایا: کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا، انہوں نے قرآن کو پڑھا اور اسے اچھی طرح یاد کر لیا، اور جب انہیں جہاد کے لئے پکارا گیا تو اس طرح لپک پڑے جس طرح دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف لپک پڑتی ہیں، اپنی تلواروں کو نیام سے نکال لیا، بعض ان میں سے قتل کر دیئے گئے اور بعض بچ گئے، نہ وہ زندوں پر خوش ہوتے اور نہ مرنے والوں کی طرف سے تعزیت کئے جاتے۔ رو رو کر ان کی آنکھیں کمزور ہو چکی تھیں۔ اور روزے رکھ رکھ کر ان کے پیٹ سکڑ چکے تھے، مانگ مانگ کر ان کے ہونٹ مرجھا گئے تھے، راتوں کو جاگ جاگ کر ان کے رنگ زرد ہو چکے تھے، ان کے چہرے خشوع کرنے والوں کی طرح غبار آلود تھے، یہ ہیں میرے بھائی جو مجھ سے جدا ہو گئے ہیں، وہ اس بات کے حقدار ہیں کہ ہم ان کو یاد کریں، اور ان کی جدائی پر کف افسوس ملیں۔

(نہج البلاغۃ ۱۷۷۔ ۱۷۸)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اکبر کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف

سب سے پہلے ہم اس بحث کی ابتداء حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے اس

موقف سے کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختیار فرمایا، وہ صدیق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار تھے، جنہوں نے اپنے صبر، عالی ہمت، حکمت اور مضبوط ارادے سے فتنہ ارتداد سے اسلام کی حفاظت کی، اور ایک عرب اسلامی حکومت قائم فرمائی۔

آپ نے سب سے پہلے جزیرۃ العرب کو متحد کیا، اور اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کے لئے فارسی اور مجوسی شہنشاہیت کو ختم کرنے اور اس کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کا ارادہ فرمایا۔

یہاں پر یہ بات بھی ہم ذکر کرتے جائیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان خلافت، امارت اور مسلمانوں کی امامت کے بارے میں بھی کوئی بنیادی اختلاف نہ تھا۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتے تھے، لیکن انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرنے میں جمہور امت کی رائے اور انتخاب کی اتباع فرمائی اور دوسرے مسلمانوں کی طرح آپ نے بھی ان سے بیعت فرمائی، اور مسلمانوں کے غم، مصائب اور ان کی امیدوں میں ان کا ہاتھ بٹایا، اور امت کی اصلاح اور فلاح میں ان کے ساتھ شریک رہے۔

آپ حضرت صدیقؓ کے نہایت مخلص و مقرب اور مشیر و وزیر تھے، اور حکومت اور امت کے معاملات میں برابر کے شریک رہتے تھے، اور اپنے فہم اور صحیح رائے کے مطابق جو چیز زیادہ نافع اور مناسب ہوتی اس کا مشورہ دیتے۔ اور ان کے ساتھ نہایت آزادی کے ساتھ تبادلہ خیالات فرماتے، اور اس سلسلہ میں کوئی چیز بھی ان کے لئے مانع یا رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔

آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا فرماتے، ان کے فیصلوں پر اپنے فیصلے فرماتے اور ان کے جاری کردہ احکام سے دلیل پکڑتے، اور آپ سے اپنی قلبی محبت کے اظہار کرنے، اسلام میں ان کی قدر و منزلت کا اعتراف کرنے اور آپ کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے آپ کے نام پر اپنے صاحبزادوں کا نام رکھتے تھے۔

آپ کا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا تذکرہ اپنے اس خط میں کیا ہے، جو آپ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے گورنر محمد بن ابو بکر کے قتل کے بعد لکھا تھا، اس میں آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے لئے خلیفہ منتخب کرنے، اور فوراً ان کی بیعت کرنے کے بعد اپنی بیعت کو اس طرح بیان فرمایا۔ "اس کے بعد میں ابو بکر صدیقؓ کے پاس حاضر ہوا، اور میں نے ان کی بیعت کی، اور اس کے بعد امت کو جو مسائل درپیش ہوئے میں نے ان میں صدیق اکبرؓ کا پورا پورا ہاتھ بٹایا، یہاں تک کہ باطل مٹ گیا اور اللہ کی بات بلند اور غالب ہوئی، اگرچہ کفار کو یہ بات ناگوار گزرے۔

ابو بکر صدیق خلیفہ بنے تو انہوں نے امت کے لئے آسانی پیدا کی، اور نہایت صحیح راستہ اختیار کیا، اور لوگوں کے قریب ہوئے، اور میانہ روی اختیار کی، اور میں ایک خیر خواہ کی حیثیت سے ان کے ساتھ رہا۔ اور جن امور میں اللہ نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے ان میں پوری محنت سے میں نے ان کی اطاعت کی (کتاب الغارات، ثقفی ۱/۳۰۷)

حضرت علیؓ نے جب حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو مصر کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو ان کے ساتھ اہل مصر کے نام ایک خط بھی بھیجا جس میں آپ نے لکھا:

"پھر مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے میں سے دو نیک شخصیتوں کو خلیفہ منتخب کیا ان دونوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا، اور نہایت اچھی سیرت کا نمونہ پیش کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آگے نہیں بڑھے۔

پھر اللہ نے ان کو اپنے پاس لے لیا، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں فرمائے۔

(کتاب الغارات ۱/۲۱۰ تلخیص الشافی ج ۲ ص ۴۲۸)

ابن ابو الحدید نے نہج البلاغہ میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"ہم ابو بکر کو اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ بے شک آپ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ہیں اور ثانی اثنین (دو میں سے دوسرے) ہیں، ہم ان کی بزرگی کے معترف ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان کو نماز میں مسلمانوں کی امامت کا حکم فرمایا" (شرح نہج البلاغہ ۱/۳۳۲)

اور سید مرتضٰی (جن کا لقب علم الہدیٰ ہے) اور طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ جب ابن ملجم ملعون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا، تو اس وقت آپ سے کہا گیا کہ آپ خلافت کے بارے میں وصیت کیوں نہیں فرماتے۔ ؟ تو آپ نے فرمایا۔

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے وصیت نہیں فرمائی تو میں کیسے وصیت کروں! لیکن اللہ تعالیٰ اگر لوگوں کے حق میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کو ان میں سے بہتر شخص پر جمع فرمادیتے ہیں، جس طرح ان کے نبی کے بعد ان کو ان میں سے بہتر پر جمع فرمادیا۔" (الشافی ۲/۲۷۳ مطبوعہ نجف)

اور سید مرتضٰی نے اپنی کتاب "الشافی" میں حضرت جعفر بن محمد صادق سے روایت نقل کی ہے جو انہوں نے اپنے والد محمد باقر سے روایت کی ہے کہ قریش کا ایک شخص امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو ابھی ابھی خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے "اے اللہ ہماری بھی اسی طرح اصلاح فرما جس طرح آپ نے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی ہے۔" فرمایئے وہ خلفاء راشدین کون ہیں۔ ؟ تو آپ نے فرمایا۔ وہ میرے دو حبیب اور تمہارے چچا ابو بکر اور عمر ہیں، وہ ہدایت کے امام اسلام کے بزرگ اور قریش کی دو عظیم شخصیتیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔ جس نے ان کی اقتداء کی وہ محفوظ ہو گیا، اور جس نے ان کے راستے کی اتباع کی اسے صراط مستقیم مل گیا۔

(تلخیص الشافی :۔ ۲/۴۲۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت اور اپنی بیعت کے صحیح ہونے پر حضرات خلفاء راشدین کی خلافت اور ان کی بیعت سے استدلال کیا، چنانچہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں لکھا میری بیعت ان ہی لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابو بکرؓ و عمرؓ

اور عثمانؓ کی بیعت کی ہے اُن ہی امور پر بیعت کی جن پر ان کی بیعت کی ہے لہٰذا اس بیعت کے بعد جو موجود ہیں ان کو اختیار نہیں اور جو غائب ہیں ان کو رد کرنے کا حق نہیں شوریٰ صرف مہاجرین وانصار کا حق ہے، یہ سب اگر کسی شخص پر جمع ہو جائیں اور اسے اپنا امام کہہ دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی علامت ہے، پھر اگر کوئی شخص ان کے اس فیصلہ سے روگردانی کرتا ہے، امام پر طعن کرتا ہے یا کسی بدعت کو اختیار کرتا ہے تو یہ حضرات اسے واپس لوٹا دیتے ہیں اور اگر وہ پھر بھی نہیں مانتا تو وہ اس سے لڑتے ہیں کیونکہ اس نے ایمان والوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر وہ پھر جاتا ہے۔

(نہج البلاغہ ۳/۷ (ص ۳۶۶-۳۶۷ ط صبحی الصالح)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بالکل واضح ہے اور اس میں کسی قسم کا اشتباہ اور پیچیدگی نہیں ہے جس میں وہ اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ خلافت کا انعقاد مسلمانوں کے کسی شخص پر متفق ہو جانے سے ہو جاتا ہے اور مہاجرین وانصار کا کسی شخص پر متفق ہو جانا، تمام مسلمانوں کے متفق ہو جانے کے قائم مقام ہوتا ہے اور یہ سب حضرات چاروں خلفاء کی خلافت پر متفق ہو چکے ہیں لہٰذا اب کسی حاضر ہونے والے کے لئے یہ گنجائش نہیں رہی کہ وہ کسی اور کا انتخاب کرے، اور نہ کسی غائب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کے انتخاب کو رد کرے۔

شیعوں کے شیخ الطائفہ طوسی نے کتاب "الامالی" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسری جانب کے حضرات سے ملے تو آپ نے ان سے فرمایا آپ لوگوں نے میری بیعت بھی اسی طرح کی جس طرح حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان کی بیعت کے ساتھ وفاداری اور میری بیعت کے ساتھ وفاداری میں فرق کرتے ہو ؟

(الامالی - ۱۲۱/۲ طبع نجف)

اور علامہ محمد حسین آل کاشف الغطاء لکھتے ہیں "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دار الفنا سے دار القرار کی طرف رحلت فرما ہوئے، اور صحابہ کی جماعت نے دیکھا

کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو یہ خلافت نہیں ملے گی، ان کی کم عمری کی بنا پر، یا اس لئے کہ قریش کو یہ بات پسند نہ تھی کہ بنی ہاشم میں نبوت اور خلافت دونوں جمع ہو جائیں ...... پھر کہا۔ جب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا کہ خلیفہ اول اور خلیفہ دوم نے اپنی پوری قوت کلمہ توحید کے پھیلانے، اسلامی لشکر تیار کرنے اور فتوحات کو وسعت دینے میں خرچ کر دی ہے، اور انہوں نے اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کیا اور نہ ہی انہوں نے دین میں کوئی تبدیلی کی ہے، تو پھر آپ نے ان کی بیعت کی اور ان کے ساتھ صلح کر لی"

(اصل الشیعہ واصولہا، ۹۱ طبع بیروت ۱۹۶۳)

یہ روایات صاف بتا رہی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اتحاد کو بہت چاہتے تھے، اپنے رفقاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی رائے سے آپ متفق تھے اور اس پر عمل کرتے تھے لہٰذا وہ تمام روایات جن میں اس حقیقت کے خلاف بیان کیا گیا ہے وہ روایات فارسی مجوسیوں اور ان کے ایجنٹ متعصب شعوبیوں نے گھڑی ہیں جن سے ان کا مقصد عرب اور ان کی تاریخ کو بدنام کرنا ہے۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے قاضیوں کو فرمایا "تم اسی طرح فیصلے کرو جس طرح پہلے فیصلے کرتے چلے آئے ہو، کیونکہ میں اختلاف کو پسند نہیں کرتا، تاکہ لوگ ایک جماعت ہو کر رہیں اور میری موت بھی اسی طرح ہو جس طرح میرے ساتھیوں کی ہوئی"

(صحیح البخاری، ۵/۲۴)

مخلص مشیر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک امین اور مخلص مشیر تھے، امور خلافت ہوں یا امت کے معاملات ان میں اپنی نیک رائے سے ان سے تعاون فرماتے تھے، اور آپ کے سچے دوست تھے، یعقوبی نے ذکر کیا ہے کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے روم والوں سے جنگ کا ارادہ فرمایا، اس سلسلہ میں آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کی ایک جماعت سے مشورہ کیا، انہوں نے

مختلف مشورے دیئے، پھر آپ نے حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے مشورہ کیا، تو آپ نے ان کو جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا: اگر میں نے جنگ کی تو کیا مجھے کامیابی ہوگی؟ تو حضرت علی نے فرمایا: آپ کو خیر کی بشارت ہو، یہ بات سننے کے بعد حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا اور روم کے خلاف جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیا۔ (تاریخ الیعقوبی: ۱۳۲/۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیق نے حضرت علی سے پوچھا کہ یہ خوشخبری آپ مجھے کیسے سنا رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ میں نے ان کو یہ بشارت دیتے ہوئے سنا ہے، تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اے ابو الحسن آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سنا کر مجھے خوش کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ، آپ کو بھی خوشی کی بشارت دے۔ (تاریخ التواریخ: ۱۵۸/۳)

نیز یعقوبی نے لکھا ہے کہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت میں جن لوگوں سے دین کے مسائل پوچھے جاتے تھے ان میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہم) سرفہرست ہیں ان حضرات میں حضرت علی کا نام اس نے سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور عام طور پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کو دوسروں کی رائے پر ترجیح دیتے تھے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے محبت کی بنا پر ان کے ہدیئے اور تحفے قبول فرماتے تھے، جیسا کہ محبت کرنے والے دوست واحباب کی عادت ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ان سے "صہباء" باندی کا تحفہ قبول فرمایا جو "عین التمر" کے معرکہ میں قید ہو کر آئی تھی، اور اس سے آپ کی اولاد عمر اور رقیہ پیدا ہوئے۔ (تاریخ الیعقوبی: ۱۳۸/۲)

حضرات آل بیت کا
حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نام پر اپنے بیٹوں کا نام رکھنا

حضرات آل بیت رضی اللہ عنہم کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت اور قلبی تعلق کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے صاحب زادوں کے نام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھے، اور اس کی ابتدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور اپنے ایک صاحب زادے کا نام ابو بکر رکھا، اور یہ نام اس وقت رکھا جب کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اپنے اس دوست اور محبوب کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے صاحب زادے کا نام رکھا، کیونکہ انساب کی کتابیں بتارہی ہیں کہ بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی اس سے پہلے ابو بکر نام نہیں رکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت ابو بکر بن علی کا ذکر شیخ مفید نے اپنی کتاب "الارشاد" ص :۱۸۶ میں کیا ہے، اور ابوالفرج اصفہانی نے "مقاتل الطالبین" میں ان لوگوں کے ساتھ انکا ذکر کیا ہے جو کربلاء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ ان شہید ہونے والوں میں ابو بکر بن علی بن ابی طالب ہیں ان کی ماں لیلی بنت مسعود بن خالد بن مالک تمیمیہ ہیں ابو جعفر محمد بن علی بن حسین نے ذکر کیا ہے کہ ہمدان کے ایک شخص نے ان کو قتل کیا ہے، اور مدائنی نے کہا ہے کہ وہ ایک پانی کی نالی میں مقتول پائے گئے اور ان کے قاتل کا کچھ پتہ نہ چلا۔

(مقاتل الطالبین: ۵۹)

نیز ابن حزم نے "جمہرۃ انساب العرب" میں اور دوسرے مورخین نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت ابو بکر کا ذکر کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے معزز صاحب زادوں نے بھی اپنے والد کی اس نیک سیرت کو اختیار کیا، اور اپنے والد ماجد کے طرز کو اختیار کرتے ہوئے صدیق اکبر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب غار سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرنے اور ان کے نام سے برکت حاصل کرنے، اور اپنے دادا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو

ان کی قدر و منزلت ہے اسے ظاہر کرنے کے لئے اپنے صاحب زادوں کے نام ان کے نام پر رکھے۔

چنانچہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک صاحب زادے کا نام ابو بکر رکھا، یعقوبی نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے (تاریخ الیعقوبی ۲/۲۸، منتہی الآمال ۱/۲۴۴)
اور ابولفرج نے لکھا ہے کہ یہ ابو بکر اپنے چچا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلاء میں شہید ہوئے، جن کو عقبہ غنوی نے قتل کیا۔ (مقاتل الطالبین ۶۰)

اور حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک صاحب زادے کا نام ابو بکر رکھا، مسعودی مورخ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحب زادوں میں کربلاء میں تین شہید ہوئے: علی اکبر، عبداللہ جو ابھی بچے تھے اور ابو بکر (التنبیہ والاشراف ۲۶۳)

اور حضرت زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہما کی ایک کنیت ابو بکر بھی تھی۔ (کشف الغمہ ۲/۷۴) اور حضرت موسیٰ بن جعفر نے، جن کا لقب کاظم ہے، اپنے ایک صاحب زادے کا نام ابو بکر رکھا (کشف الغمہ ۲/۲۱۷)

نیز حضرت علی بن موسیٰ رضا کی کنیت ابو بکر تھی، ابوالفرج نے "مقاتل الطالبین" میں اسے ذکر کیا ہے۔ (مقاتل الطالبین ۴۰۱)

نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت زین العابدین علی ابن حسین رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک صاحب زادی کا نام عائشہ رکھا (الارشاد ۳۰۲-۳۰۳، الفصول المہمہ ۲۴۲)
شیخ مفید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک صاحب زادی کا نام عائشہ رکھا (کشف الغمہ ۹۰) نیز مفید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن محمد ہادی نے بھی اپنی ایک صاحب زادی کا نام عائشہ رکھا۔
(کشف الغمہ ۳۳۴، الفصول المہمہ ۲۸۳)

حضرت صدیق اکبر کے خاندان
اور حضرات اہل بیت کے رشتوں کا بیان

جہاں تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے خاندان اور اہل بیت کے درمیان رشتوں کا تعلق ہے تو یہ رشتے بہت زیادہ تھے، سب سے پہلا رشتہ جس کا ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ اور قرآن کریم کی شہادت کی رو سے نہایت صاف اور پاک دامن خاتون تھیں، چاہے فارسی مجوسیوں کے دل حسد اور کینے سے جلتے رہیں۔

نیز اسماء بنت عمیس جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا، اور ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے محمد رکھا، یہ وہی محمد بن ابی بکر ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کی طرف سے مصر کے والی تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اسماء بنت عمیس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا، ان سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے یحییٰ رکھا۔

(الارشاد، مفید :۔ ۱۸٦)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد بن ابو بکر کو محبت سے بیٹا کہہ کر پکارتے تھے۔
(الدرۃ النجفیۃ، دنبلی: ۱۱۳۰)

حضرت محمد بن علی بن حسین جو باقر کے لقب سے مشہور ہیں انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر سے شادی کی اور ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابو بکر ہیں اور یہی ام فروہ حضرت جعفر صادق کی والدہ

ہیں اور ان کی والدہ بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں اسی لئے حضرت صادق رضی اللہ عنہ بڑے فخر سے فرمایا کرتے تھے۔ مجھے ابو بکر نے دو دفعہ جنا ہے۔

(الکافی، کلینی ۱/۴۷۲ عمدۃ الطالب ۱۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تعاون

شیخ الطائفہ ابو جعفر موسیٰ نے ضحاک بن مزاحم سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا:۔ میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو یہ کہتے ہوئے سنا میرے پاس ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) تشریف لائے، اور مجھ سے کہنے لگے کہ کیا اچھا ہو کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں اور فاطمہ کا رشتہ ان سے طلب کریں! چنانچہ میں ان کے مشورے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے جب مجھے دیکھا تو آپ ہنس پڑے، اور فرمانے لگے، اے علی کیا حاجت لے کر آئے ہو۔؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ سے اپنی قرابت، اپنے اسلام لانے، آپ کی نصرت کرنے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا ذکر کیا، اس پر آپ نے فرمایا:۔ علی تو نے سچ کہا، تو اس سے بھی افضل ہے پھر میں نے عرض کیا:۔ یا رسول اللہ! آپ فاطمہ کو میرے نکاح میں دے دیں۔؟ ۔ الامالی ۱/۳۸

ملا باقر مجلسی ایرانی نے (جو حسد اور کینے سے جلتا ہے، بڑا گالیاں بکنے والا اور لعن طعن کرنے والا ہے) اس روایت کو بڑی تفصیل سے اپنی کتاب جلاء العیون میں ذکر کیا ہے، اور اس کے بس کی بات نہ تھی کہ اس روایت سے تجاہل اختیار کرتا۔

(جلاء العیون ۔ ۱ ۱۶۹)

اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم حضرت علیؓ کے نکاح کے گواہ تھے۔

(الامالی ۱/۳۹ مناقب ابن شہر آشوب ۲/۲۰ جلاء العیون ۱/۱۶۹)

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت حسنؓ کو جب وہ چھوٹے بچے تھے اٹھالیتے اور ان سے پیار کرتے، اور فرماتے "میرے والد تجھ پر قربان ہوں، تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ ہو، علی سے مشابہ نہیں ہو"، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہوتے اور ہنستے تھے

نیز امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے:۔ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرنی ہے تو ان کے اہل بیت کی عزت کرو"۔ (صحیح البخاری ۳۳/۵)

مذکورہ بالا آثار واضح طور پر بتارہے ہیں کہ خیرامت کی اس مقدس جماعت کے ساتھیوں میں کس قدر مضبوط تعلقات، گہری الفت، اور عظیم انس و محبت کے رشتے تھے لہٰذا ہر سچے مسلمان اور غیرت مند مومن کا فرض ہے، چاہے وہ عربی ہو یا عجمی وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے ساتھ عقیدت اور محبت میں اہل بیت کی سیرت اور ان کے طرز عمل کی اتباع کرے۔

یہ تھا اہل بیت رضی اللہ عنہم کا اخلاقی، ایمانی اور شریفانہ طرز عمل اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے ساتھ قلبی اور روحانی تعلق۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "ابو بکر کا تعلق مجھ سے ایسا ہے جیسے انسان کے ساتھ اس کی سماعت کا تعلق ہوتا ہے"۔ (عیون الاخبار ۳۱۳/۱، معانی الاخبار ۱۱۰) اسی لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اتنی عزت و توقیر تھی کہ جب وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے تو ان کے ساتھ صلح کے جو شرائط طے پائے ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ اللہ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اور خلفاء راشدین کی سیرت کے مطابق لوگوں میں اپنے فرائض بجالائیں گے اور ایک نسخہ میں "خلفاء صالحین" کے الفاظ ہیں۔ (منتہی الامال ۲۱۲/۲ وغیرہ)

عروہ بن عبداللہ نے حضرت باقر رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تلوار پر چاندی وغیرہ جڑنا کیسا ہے۔؟ تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنی تلوار کو جڑاؤ کیا تھا عروہ کہتا ہے میں نے تعجب سے کہا آپ صدیقؓ کہتے ہیں۔؟ تو

آپ نے ایک جنپ لگائی اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر فرمانے لگے"ہاں میں کہتا ہوں صدیق اور جو ان کو صدیق نہیں کہتا اللہ اس کی کسی بات کو دنیا اور آخرت میں سچا نہ کرے"۔

(کشف الغمہ ۲/۱۴۷)

طبری نے حضرت باقرؒ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے"میں ابو بکر کی فضیلت کا انکار نہیں کرتا، اور نہ ہی عمر کی فضیلت کا انکار کرتا ہوں، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ابو بکر عمر سے افضل ہیں"۔

(الاحتجاج، طبری ۲۳۰ طبع کربلا)

حضرت جعفر صادقؒ سے پوچھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے آپ ابو بکر اور عمر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔؟ تو آپ نے فرمایا"وہ دونوں حضرات امام عادل، انصاف کرنے والے تھے، حق پر قائم رہے اور حق پر ان کی وفات ہوئی، ان دونوں پر قیامت کے دن اللہ کی رحمت ہو"۔ (احقاق الحق، شوشتری :۱/۱۶)

اس سلسلہ میں تمام اہل بیت سے بے شمار روایات موجود ہیں اور اس فصل کے اختتام پر جس کا تعلق علی مرتضیٰ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے گہرے تعلقات سے ہے، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسد اللہ الغالب کی وہ گفتگو نقل کروں جو آپ نے اپنے ساتھی، دوست اور دین کے ہم سفر حضرت صدیق اکبر کے بارے میں فرمائی ہے، اس گفتگو میں وفات کے وقت آپ ان سے فرماتے ہیں :۔

"اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل و کرم فرمائے آپ مسلمانوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے، ایمان میں سب سے زیادہ مخلص، اور یقین میں سب سے زیادہ مضبوط، سب سے زیادہ مستغنی، سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے والے، اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاق، و فضل و کرم سیرت و سلوک میں مشابہت رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور ان سے اس وقت ہمدردی کی جب لوگوں نے بخل سے کام لیا، اور ان کی اس وقت امداد فرمائی جب لوگ پیچھے ہٹ گئے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا ہے (والذی جاء

بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون) اس آیت سے مراد آپ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور بخدا آپ اسلام کے مضبوط قائد تھے، اور کفار کے لئے عذاب تھے، آپ کی حجت کند نہیں ہوئی اور آپ کی بصیرت کمزور نہیں ہوئی، اور آپ کے نزدیک بزدلی کا گزر نہیں ہوا، آپ اس عظیم پہاڑ کی مانند تھے جسے آندھیاں ہلا نہیں سکتیں، آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بدن میں کمزور لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں نہایت مضبوط، اپنی ذات میں نہایت متواضع لیکن اللہ کے ہاں نہایت عظیم، زمین میں جلال والے، مومنین کی نگاہوں میں بڑی شان والے تھے۔

کوئی شخص آپ سے کوئی غلط امید نہیں رکھ سکتا تھا اور نہ آپ میں کوئی میلان پایا مضبوط آدمی آپ کے نزدیک کمزور ہوتا جب تک کہ آپ اس سے حق وصول نہ کرلیتے اور کمزور آپ کے نزدیک مضبوط ہوتا جب تک کہ آپ اسے اس کا حق نہ دلا دیتے، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے اجر وثواب سے محروم نہ کرے، اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ فرمائے۔"

(۱ الصدیق اول الخلفاء، عبدالرحمٰن شرقاوی، النتیجۃ والتصحیح، ڈاکٹر موسیٰ موسوی ص ۲۷)

حضرت علی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما

اب ہم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اس موقف کو بیان کریں گے جو آپ نے اپنے دوست، اپنے دین کے ہم سفر، اپنے داماد حضرت ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہراء البتول کے شوہر، دوسرے خلیفہ راشد امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختیار فرمایا، وہ فاروق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر، اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مضبوط فرمایا اور اسے عزت بخشی، عربوں کے چکی کے مرکز تھے، ان کے مجد وشرف کے بانی اور شان وشوکت کے مؤسس تھے۔ جنہوں نے فارسی شہنشاہیت کو تباہ کیا، اور مجوسی کسرویت کو بری طرح شکست دی۔

فارسی مجوسیوں نے اپنی تاریخ میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب، رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی سے بغض و کینہ نہیں رکھا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ ہی نے ان کی مجوسی حکومت کو ختم کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے جو اس نے عرب مسلمانوں سے کیا تھا۔ آپ نے عربوں کو جمع کیا اور عجمی بادشاہوں کے بالمقابل ان کو لاکھڑا کیا، اور ان کے ذریعہ ان کے لشکر جرار کو شکست فاش دی، اور ان کی بادشاہیت کو قادسیہ، مدائن جلولاء اور نہاوند کے معرکوں میں شکست دے کر بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور مختلف قوموں کو ان کی غلامی اور قہر و ظلم سے آزاد کیا، پھر اس کے بعد کبھی ان کی حکومت نہیں قائم ہو سکی۔ یہی وجہ ہے ان فارسی مجوسیوں نے ان کے خلاف سازش کرکے ان کو شہید کر دیا۔ اور ان کی شہادت کے دن خوشیاں مناتے ہیں۔ بلکہ اسے اپنی عید شمار کرتے ہیں جس میں خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ چنانچہ کتاب "الانوار النعمانیہ" میں ایک فصل ہے جس کا عنوان ہے، آسمانی نور عمر بن الخطاب کے قتل کے دن کے ثواب کا انکشاف کرتا ہے۔" الانوار النعمانیہ ۱/ ۱۰۸ طبع ایران

پھر انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قاتل ابو لولوہ (ھرمزان کے مجوسی غلام) کا تہران کے قریب مزار بنا رکھا ہے، جس کی وہ زیارت کرتے ہیں، اور اس پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، اور خمینی نے مزید اس کو خوبصورت بنا دیا ہے، اس لئے اس کے زائرین اور نذرانوں میں اضافہ ہوا ہے۔

فارسی مجوسیوں نے اس سلسلہ میں بہت سی جھوٹی اور باطل روایات گھڑی ہیں، اور ان سے اپنی کتابیں بھر دی ہیں، تاکہ اس عربی اور اسلامی دائمی نشان کو نقصان پہنچا سکیں، نیز انہوں نے تاریخ پر بھی یہ کہہ کر افتراء باندھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ معاذ اللہ۔ ان سے بغض رکھتے تھے، اور ان سے ڈر کر ان کو اپنی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ دیا ہے، حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بہادر انسان تھے جن کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں ہوتی تھی۔

جب ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے خطبوں اور اقوال کو پڑھتے ہیں، جو ابن ابی الحدید کی کتاب "شرح نہج البلاغۃ" شریف

مرتضٰی کی کتاب "الشافی اور شیخ الطائفہ الطوسی کی کتاب "الامالی" وغیرہ میں موجود ہیں، تو ان سے یقینی طور پر بغیر کسی شک وشبہ کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صحیح معنوں میں بیعت فرمائی تھی، اور ان کو اس کا اہل جانتا تھا۔ اور اپنی رضا و رغبت سے اپنی صاحب زادی حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کا نکاح ان سے فرمایا، اور ان کے خیر خواہ رہے، ان کی اعانت کرتے رہے، اور بہتر سے بہتر مشورے دیتے رہے، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بعض اوقات اپنا نائب بھی بنایا، اور انہوں نے وہ نیابت بخوشی قبول فرمائی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی محبت، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کی بنا پر، اور ان کے نیک اعمال اور ان کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے ایک بیٹے کا نام ان کے نام پر عمر رکھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے پوتے اور تمام اہل بیت بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی محبت اور عزت و احترام میں آپ ہی کی سیرت اور آپ کے راستے پر چلے۔ اللہ تعالیٰ سب سے راضی ہو۔

حضرت علیؓ کا حضرت عمر فاروقؓ کی بیعت کرنا

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی بیعت کے صحیح ہونے پر اپنے سے پہلے تین خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی بیعت کے صحیح ہونے سے استدلال فرمایا ہے۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے بھی عمر کی اسی طرح بیعت کی تھی جس طرح تم نے میری بیعت کی ہے پھر میں نے ان کی بیعت کو پورا کیا۔ اور جب وہ شہید ہوئے تو مجھے بھی ان چھ میں شامل کر دیا، چنانچہ میں ان میں شامل ہوگیا جہاں انہوں نے مجھے شامل کیا۔

(الامالی : ۲ - ۱۲۱)

حضرت علیؓ کا عمر فاروقؓ سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا

سنہ ۱۷ ہجری میں اپنی خلافت کے دور میں حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی صاحب زادی حضرت ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنی بیٹیوں کو جعفر کے بیٹوں کے لئے روک رکھا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے علی! مجھے اس کا رشتہ دے دیجئے۔ بخدا روئے زمین پر اس کے ساتھ حسن معاشرت میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رشتہ دے دیا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم کو دس ہزار دینار مہر ادا کیا۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے: "قیامت کے روز تمام نسب اور رشتے ختم ہو جائیں گے سوائے میرے تعلق، میرے نسب اور میرے رشتہ کے۔" اس لئے میں نے چاہا کہ میرا تعلق اور میرا رشتہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ام کلثوم کے ساتھ اس رشتہ کا تذکرہ تمام مورخین، محدثین اور فقہاء اسلام نے کیا ہے۔ اور کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ ان میں سے چند کے نام ہم یہاں ذکر کرتے ہیں: طبری[1]، ابن الاثیر[2]، ابن کثیر[3] یعقوبی[4]، شریف مرتضیٰ[5]، کلینی[6]، حاکم[7]

نیز ان حضرات نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ام کلثوم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو بچے پیدا ہوئے، زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر، رضی اللہ عنہم اجمعین، اسی سے فقہاء نے اس بات کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی سے جائز ہے۔ چنانچہ زین الدین عاملی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کا نکاح عثمان سے کیا: اور اپنی صاحب زادی زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کیا، جب کہ یہ دونوں ہاشمی نہیں

---

[1] تاریخ: ۶/۵ [2] الکامل: ۲۹/۳ [3] البدایہ والنہایہ: ۱۳۹/۷ [4] التاریخ: ۱۴۹/۲ [5] الشافی ۱۱۶
[6] الکافی: ۳۴۶/۵ [7] المستدرک: ۱۴۲/۳

ہیں۔ اسی طرح علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عمرؓ سے کیا، اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے حضرت حسینؓ کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی، اور فاطمہ کی بہن سکینہ سے مصعب بن زبیر نے شادی کی۔ جب کہ یہ سب ہاشمی نہیں ہیں۔ مسالک الافہام باب لواحق العقد من الجزء الاول بلاشک حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضل و منزلت، ان پر اعتماد، ان کے فہم و فراست، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی قدر و منزلت کے قائل نہ ہوتے تو آپ کبھی اپنی لخت جگر کا نکاح۔ جو آپ کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ ایسے شخص سے نہ کرتے جس کی عمر آپ سے بھی زیادہ تھی، نیز آپ نے اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ ہمارے درمیان وہ پاکیزہ اور مضبوط اور مبارک ایمانی رشتے ہیں جن کو دیکھ کر تمام اعداء اسلام کے دل جلتے رہیں گے۔

مسلمانوں کی مضبوط پشت اور جائے پناہ

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اسلام اور مسلمانوں کی جائے پناہ اور ملجاؤ ماوی سمجھتے تھے، دیکھئے جب حضرت فاروقؓ نے آپ سے فارس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے خود جانے کا مشورہ لیا تو آپ نے ان کو ان اوصاف کے ساتھ یاد فرمایا: اگر آپ بنفس نفیس اس دشمن کی طرف جائیں گے اور ان سے جنگ کریں گے، تو اگر آپ کو کوئی گزند پہنچی، تو مسلمانوں کے لئے دور کے شہروں کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہ ہوگی، اور آپ کے بعد کوئی مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کر سکیں، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ خود جانے کے بجائے ان کے مقابلہ کے لئے ایک تجربہ کار قائد کا انتخاب فرمائیں اور اس کے ساتھ جنگ آزمودہ اور خیر خواہ مشیروں کو بھیجیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ ان کو فتح نصیب فرمائے تو یہی آپ پسند کرتے ہیں، اور اگر اس کے برعکس ہوا، تو آپ لوگوں کا سہارا اور مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں گے۔

(نہج البلاغہ ص ۲۸)

مسلمانوں کے محور اور بنیاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پورے عرصہ میں، ان کے بارے میں بہت زیادہ حریص، ان کی حفاظت کرنے والے، اور ان کے لئے دوام اور بقاء کی آرزو رکھنے والے تھے، اور چاہتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو خطرات میں نہ ڈالیں، کیونکہ وہ ان کی نظر میں مسلمانوں کی بنیاد اور ان کی چکی کے محور ہیں اسی لئے جب فاروق اعظمؓ رضی اللہ عنہ نے آپ سے مشورہ کیا کہ وہ خود بنفس نفیس فارسی مجوسیوں کے خلاف ان کی بادشاہت کو ختم کرنے کے لئے اسلامی لشکر کی قیادت کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے ان کو جانے سے روکا کیونکہ آپ کی نگاہ میں امت کو ان کی نادر قیادت کی ضرورت ہے، لہٰذا ان کو ایک اچھا سپہ سالار مقرر کرنے کا مشورہ دیا، اور یہ فصیح و بلیغ گفتگو فرمائی[1]: "یہ معاملہ ایسا ہے جس میں فتح اور شکست کا مدار کثرت اور قلت پر نہیں، یہ تو اللہ کا دین ہے جس نے اسے غالب کیا اور یہ اس کا لشکر ہے جسے اس نے تیار کیا اور اس کی نصرت فرمائی، یہاں تک کہ وہ اس اعلیٰ مقام اور اس بلندی پر پہنچا، اور ہم اللہ کے وعدہ کا انتظار کر رہے ہیں، اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کریگا، اور اپنے لشکر کی نصرت فرمائیگا۔

اور مسلمانوں کے امور کو سنبھالنے والے کی مثال اس مضبوط دھاگے کی ہے جو موتیوں کو جمع کرتا ہے اور انہیں آپس میں جوڑے رکھتا ہے، پھر اگر وہ دھاگا ٹوٹ جائے تو موتی بکھر کر ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں، پھر وہ سب کے سب دوبارہ جمع نہیں ہو سکتے، اور آج عرب اگرچہ تعداد میں کم ہے، لیکن وہ اسلام کی برکت سے کثرت میں ہیں اور اتفاق و

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی محبت کس طرح موجزن تھی، اور وہ ان کی شخصیت اور ان کی زندگی کو مسلمانوں کے سرمایہ کی حیثیت سے خلافت پر باقی رہنے کے لئے کتنے حریص تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ فاروق اعظمؓ ان کے لئے عزت شرف اور شہرت کا نشان ہیں، یہ بھی معلوم رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سفر میں جاتے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اسلامی دارالخلافہ میں اپنا نائب مقرر کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آنے والا ہے۔

اتحاد کی برکت سے انہیں عزت اور شرف حاصل ہے، لہذا آپ ان کے لئے محور بن جائیں اور ان کی چکی کو چلائیں، اور میدان جنگ میں ان سے برابر رابطہ قائم رکھیں، کیونکہ اگر آپ یہاں سے بنفس نفیس نکل پڑے تو چاروں طرف سے دشمن آپ پر ٹوٹ پڑیں گے، اور آپ کو سامنے والوں کے بالمقابل پیچھے چھوڑ کر جانے والوں کی فکر زیادہ ہوگی۔

اور اگر عجم نے کل آپ کو اپنے ہاں دیکھ لیا تو آپس میں کہیں گے کہ یہ ہے عربوں کا مرکزی انسان، اگر تم نے اسے ختم کر دیا تو آرام و راحت پالو گے، لہذا اس بات سے ان کے لئے آپ کے خلاف لڑنے اور آپ کو نقصان پہنچانے کی زیادہ امید پیدا ہو جائیگی، جہاں تک دشمن کے لشکر کا مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانگی کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ کو آپ سے زیادہ ان کی فکر ہے، اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ جس چیز کو وہ ناپسند کرتا ہے اسے وہ بدل ڈالے، جہاں تک آپ نے دشمن کے لشکر کی کثرت کا ذکر فرمایا ہے، ہم تو اس سے پہلے بھی کبھی کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس کی مدد کے بل بوتے پر لڑتے تھے۔" (نہج البلاغہ ۲: ۲۹،۳۰)

سابقہ گفتگو میں وہ سبق آموز اور گہری دلالت ہیں جن پر حضرت علی رضی اللہ عنہ یقین رکھتے تھے، اور جس سے ان کے علم و معرفت کی وسعت و کثرت، معاملات کو چلانے اور درست رکھنے کی بلند پایہ صلاحیت کا، اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ان نازک حالات میں امت کی قیادت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں، جس میں اس امت کو اس سرزمین میں خلافت دینے کا ذکر ہے، جس کے بارے میں ارشاد باری ہے (وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و لیبدلنهم من بعد خوفهم امنا) النور: ۵۵

"(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا، جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی، اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے

ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے لئے) قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دیگا۔"

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی اس گفتگو میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا، کی طرف بھی اشارہ فرمارہے ہیں، جس میں آپ نے فرمایا اور جس کو حضرت محمد باقرؒ نے روایت کیا ہے: "اے اللہ، عمر بن الخطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت و شرف عطا فرما" (بحار الانوار: ج ۴ کتاب السماء والعالم)

نیز آپ اس سچے خواب کی طرف بھی اشارہ فرمارہے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیکھا تھا، اور جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب میں روایت کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ میں ایک کنویں پر ڈول سے پانی نکال رہا ہوں، پھر ابو بکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول پانی کے آہستہ آہستہ نکالے، اللہ انکی مغفرت فرمائے، پھر عمر بن الخطاب آئے، اور وہ ڈول ایک بڑے ڈول میں بدل گیا، اور انہوں نے اس سے پانی نکالنا شروع کیا، اور میں نے ان جیسا عبقری انسان نہیں دیکھا جو اس طرح پانی نکالتا ہو، یہاں تک کہ لوگ پانی پی کر سیراب ہوگئے، اور انہوں نے اپنے اونٹوں کو بھی سیراب کر کے بیٹھا دیا۔" (صحیح البخاری: ۵ — ۱۳)

چنانچہ یہ خواب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پورا ہوا، اور اللہ تعالٰی نے اسلام کو عزت بخشی اور غلبہ عطا فرمایا، جب مسلمانوں کے گھوڑوں نے فارس کی تمام زمین کو اپنے قدموں سے روند ڈالا اور ان کی بادشاہت کو ختم کر دیا، اور عرب مسلمانوں نے مصر، شام اور دوسرے ملکوں کو آزاد کر دیا۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبے میں اپنے اہل بیت رضی اللہ عنہ کو بھی اس جانب توجہ دلائی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں، بلکہ وہ عرب اور مسلمانوں کے محور ہیں، اور اگر محور نہ ہو تو چکی نہیں چل سکتی۔ اور یہ کہ مجوس کو بھی اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ آپ عرب اور مسلمانوں کے لئے محور ہیں، اس لئے وہ عنقریب کوشش کریں گے کہ ان کو ختم کر کے ان کے ذریعہ عربوں کو ختم کریں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند

فرمایا، اور ان کی فراست اور حسن تدبیر سے مطمئن ہو کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فارس کی جنگ کے لئے مقرر فرمایا، اور جنگ کی تیاری کے لئے نفیر عام کا حکم دیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہو جو اس نے اس امت سے فرمایا تھا، چنانچہ مسلمانوں اور فارسیوں کے درمیان قادسیہ، مدائن، جلولاء اور نہاوند کے معرکے پیش آئے، جن میں فارس کو بری طرح شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم نصیب فرمائی۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی فراست صحیح ثابت ہوئی، چنانچہ مجوسیوں نے اپنی پوری قوت عرب اور مسلمانوں کے اس محور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ختم کرنے میں خرچ کر دی اور بالآخر ان کو شہید کر کے دم لیا، لیکن یہ اس وقت ہوا جب وہ ان کی حکومت تباہ اور ان کے باطل دین کو مٹا چکے تھے۔

علی مرتضیٰ مخلص اور امانتدار نائب و مشیر

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بھی اسلامی دارالحکومت سے باہر تشریف لے جاتے، تو مسلمانوں کے معاملات اور انتظام کے لئے اپنا قائم مقام حضرت ابو الحسن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی کو نہ پاتے، اور ان کے علم و فضل، امانت اور حسن تدبیر جیسی صفات کے اعتراف کے طور پر انہیں اپنا قائم مقام مقرر فرماتے۔

خلیفہ راشد نے آپ کو تین بار اپنا نائب مقرر فرمایا، پہلی بار سنہ ۱۴ ہجری میں اس وقت جب آپ نے فارس سے جنگ کا ارادہ فرمایا۔ اور دوسری بار سنہ ۱۵ ہجری میں جب آپ فلسطین تشریف لے گئے، اور تیسری بار سنہ ۱۷ ہجری میں جب آپ ایلہ تشریف لے گئے۔ (شرح نہج البلاغۃ ۳۔ ۲۷۰، الطبری ۴۔ ۸۳، ۱۵۹ البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر ۷/ ۳۵۔ ۵۵)

جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تاریخ اور سیرت کی کتابیں دسیوں مثالوں سے بھری پڑی ہیں، جن میں آپ نے نہایت خیر خواہی سے خلیفہ راشد کو مشورے دیئے، اور انھوں نے آپ کی صائب رائے پر عمل فرمایا۔ اور اس کے لئے یہی مثال کافی ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح عراق کے بعد، اس کی سرزمین کو تقسیم نہ کرنے کا ارادہ فرمایا، تو جن صحابہ کرام نے آپ کی رائے کی تائید فرمائی تھی ان میں سرفہرست حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے رائے دیتے ہوئے فرمایا: اگر آپ نے آج اس سرزمین کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا، تو بعد میں آنے والوں کے لئے کچھ نہیں بچے گا، اس لئے آپ اس زمین کو وہاں کے باشندوں کے پاس ہی رہنے دیں، وہ اس میں کام کریں، اس کے محصولات سے ہمیں بھی فائدہ ہو گا، اور ہمارے بعد آنے والوں کو بھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ نے آپ کو اس رائے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

(تاریخ الیعقوبی ۲۔ ۱۵۱)

چنانچہ آپ کی رائے پر عمل کیا گیا، اور یہی عمری نظام عراق میں جاری رہا۔ اسی طرح قضاء کے مسائل میں بہت سی روایات وارد ہیں کہ بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی رائے کو پسند فرماتے اور فرمایا کرتے تھے: "علی ہم سے زیادہ قضا کو جانتے ہیں۔" یہی وجہ ہے کہ بعض کتابوں میں ایسی مستقل فصلیں مقرر کی گئی ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان فیصلوں کو ذکر کیا گیا ہے جو آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں صادر فرمائے تھے۔

جس گرہ کو عمرؓ نے باندھا ہے اسے نہ کھولا جائے

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یہ یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے دل پر جاری کر دیا ہے، اس لئے وہ ان کی سیرت اور اعمال کے خلاف کوئی کام نہ کرتے تھے، حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے امور میں بھی ان کی اتباع کرتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے علم میں نہیں کہ حضرت علی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کسی امر میں کوئی مخالفت کی ہو، اور جب وہ کوفہ تشریف لائے تو ان کی کسی ایسی چیز کو نہیں بدلا جو وہ کیا کرتے تھے۔

(الریاض النضرۃ، محب طبری۔ ۲۔ ۸۵)

ابو حنیفہ دینوری نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی کوفہ تشریف لائے، تو آپ

سے کہا گیا: اے امیر المومنین! کیا آپ محل میں قیام فرمائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: "مجھے اس میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ حضرت عمر اسے ناپسند فرماتے تھے۔ میں تو رحبہ میں ٹھہروں گا۔"

(الاخبار الطوال، دینوری۔ ۱۵۲)

اہل نجران حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ان سے معاملہ کیا تھا ان سے اس کی شکایت کی تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا: "حضرت عمر صحیح کام کرتے تھے، لہٰذا جو کام انھوں نے کیا ہے میں اس کو نہیں بدلوں گا۔"

(کتاب الاموال، ابو عبید۔ ۹۸ والسنن للبیہقی۔ ۱۰/۱۳۰)

اور شریف مرتضیٰ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب فدک کے واپس کرنے کے بارے میں گفتگو کی گئی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی مخالفت کرنے سے انکار کر دیا، اور فرمایا: "مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ اس چیز کو رد کر دوں جسے ابو بکر نے روکا اور عمر نے ان کی موافقت کی۔" (الشافی! ۲۱۳)

اور بلاذری اور یحییٰ بن آدم وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو فرمایا: "میں اس گرہ کو کھولنے والا نہیں، جسے حضرت عمر نے باندھا ہے۔"

(فتوح البلدان ۷۵، الخراج! ۲۳)

فاروق اعظمؓ کے نزدیک اہل بیت کی قدر و منزلت

تاریخ ہمیں صحیح اور قابل اعتماد روایات کے ذریعہ بتاتی ہے کہ حضرت خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اہل بیت سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی عزت و احترام کرتے تھے، اور عطیات اور حقوق میں ان کو اپنے اور اپنے اہل بیت پر مقدم رکھتے تھے۔

اس کی سب سے بڑی دلیل آپ کا وہ طرز عمل ہے جو آپ نے عطیات کی تقسیم کے وقت اختیار فرمایا، جسے ابن[1] سعد، ابو یوسف[2] بلاذری[3] یعقوبی[4] اور ابن ابی الحدید[5]۔

(۱) الطبقات! ۳/۳۱۳ (۲) الخراج! ۴۳ (۳) فتوح البلدان ص ۴۴۴ (۴) التاریخ! ۲/۱۵۳
(۵) شرح نہج البلاغہ! ۳/۱۱۳

وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کی درجہ بندی اور ان کے لئے عطیات مقرر کرنے کا ارادہ فرمایا، تو حضرت عقیل بن ابو طالب مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم کو بلایا اور ان سے فرمایا: لوگوں کے نام دیوان (رجسٹر) میں ان کے مقام اور منزلت کے اعتبار سے لکھو۔ اور سب سے پہلے بنی ہاشم، پھر بنی عبدالمطلب، پھر عبدالشمس اور نوفل کے نام لکھو پھر قریش کے سب گروہوں کو لکھو، اور عمر کا نام وہاں لکھو جہاں اللہ نے اسے رکھا ہے (یعنی قرابت کے اعتبار سے)۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام لکھا گیا، اور ان کے لئے پانچ ہزار درہم مقرر کیے گئے، جب کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے چار ہزار درہم مقرر کئے گئے، اور جب آپ نے اہل بدر کے صاحب زادوں کے لئے دو دو ہزار درہم مقرر فرمائے تو ان میں سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو مستثنیٰ قرار دیا، اور فرمایا کہ یہ دونوں اپنے والد کے روزینہ کے برابر پانچ پانچ ہزار درہم لیں گے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا قریب کا تعلق ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں اہل بیت کی کیا قدر و قیمت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جو ابن ابی الحدید نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لئے بلایا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی راستے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان سے پوچھا: "آپ کہاں سے آرہے ہیں"؟ انہوں نے جواب دیا: "میں نے ابا جان کے پاس جانے کی اجازت مانگی تھی لیکن مجھے اجازت نہیں ملی، اس لئے واپس آگیا" یہ جواب سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی واپس آگئے، دوسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ان سے ملے تو پوچھا کہ "کیا بات ہوگئی تھی کہ آپ کل نہیں آئے" فرمایا: "میں حاضر ہوا تھا لیکن راستے میں آپ کے صاحب زادے سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ابا جان کے پاس جانے کی اجازت نہیں ملی تو میں بھی لوٹ گیا" اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا آپ میرے نزدیک ان جیسے ہیں؟ (نہیں بلکہ آپ کا مرتبہ ان سے بہت بلند و بالا ہے) ہمیں جو عزت ملی ہے وہ آپ ہی کی بدولت تو ملی ہے"۔

(شرح نہج البلاغۃ ۱۲/۳۱)

اور حضرت علی بن حسین ؒ نے اپنے والد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے: بنو ہاشم کی عیادت سنت اور ان کی زیارت مستحب ہے

(الامالی، طوسی ۲/ ۳۴۵)

اہل بیت اپنے بیٹوں کا نام عمر فاروق کے نام پر رکھتے تھے

اہل بیت کے بہت سے حضرات نے اپنے بیٹوں کے نام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھے، جس سے ان کا مقصد ان کی شخصیت سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی قدر و منزلت اور ان کے عظیم کارناموں، اونچے اخلاق، اور امت اسلامیہ کی شان بلند کرنے، اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا اعتراف، اور ان گہرے تعلقات کا اقرار تھا جو آپؓ اور اہل بیت کے درمیان دامادی اور سسرال کی صورت میں موجود تھے۔

۱۔ سب سے پہلے جس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنے صاحب زادے کا نام رکھا وہ اہل بیت کے سردار حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے اپنے بیٹے کا نام عمر رکھا، جو اطرف کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی والدہ صہبا بنت ربیعہ تغلب قبیلہ سے تھیں۔ حضرت عمر بن علی ۸۵ سال زندہ رہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصف میراث ان کے حصے میں آئی، کیونکہ ان کے بہت سے بھائی ان سے پہلے وفات پا چکے اور ان کی اولاد موجود ہے۔ (الارشاد، مفید ۱/ ۷۶ ا تاریخ الیعقوبی ۲/ ۲۱۳ الفصول المہمہ ۱۴۳ عمدۃ الطالب ۳۶۱ کشف الغمہ ۱/ ۵۷۵ معجم رجال الحدیث، خوئی ۱۳/ ۵۱۔ ۵۳

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے کا نام عمر رکھا، یہ عمر معرکہ کربلا میں اپنے چچا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے اور قید کر لئے گئے۔ (الارشاد ۱۹۴ عمدۃ الطالب ۸۱ الفصول ۱۶۶ یعقوبی ۲/ ۲۱۳ عمدۃ الطالب ۳۶۱ کشف الغمہ ۱/ ۵۷۵ معجم رجال الحدث ۱۳/ ۵۱۔ ۵۳)

۳۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک صاحب زادے کا نام عمر رکھا، جناب خوئی لکھتے ہیں: (عمر بن حسین بن علی علیہ السلام، واقعہ طف میں اپنے والد کے سامنے قتل ہوئے ابن شہر آشوب نے مناقب میں ان کو ذکر کیا ہے)

(۱۳/ ۲۹ دیکھو جلاء العیون، مجلسی ۵۸۲ طبع ہمدانی الحدیث)

۴ ۔ ان کے بعد حضرت علی بن حسین زین العابدین نے اپنے ایک صاحب زادے کا نام اپنے چچا، اپنے پھوپھا اور اپنے دادا کے دوست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا۔ اور یہ وہ عمر اشرف ہیں جو حضرت زید بن علی بن حسین کے حقیقی بھائی ہیں اور حضرت زید سے عمر میں بڑے ہیں۔ ان کے بارے میں شیخ مفید لکھتے ہیں: (حضرت عمر بن علی نہایت فاضل اور جلیل القدر شخصیت تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صدقات کے متولی تھے۔ پرہیزگار اور سخی تھے۔

(الارشاد ۲۶۱ عمدۃ الطالب ۱۹۴ الفصول ۲۰۹ معجم رجال الحدیث ۱۳/ ۵۱۔ ۵۴)

اور یہ حضرت محمد باقر کے بھائی اور حضرت جعفر صادق کے چچا ہیں۔

۵۔ اسی طرح حضرت موسیٰ بن جعفر نے جن کا لقب کاظم ہے اپنے ایک صاحب زادے کا نام عمر رکھا۔ جیسا کہ اربلی نے ذکر کیا ہے۔ (کشف الغمہ ۲۱۶)

ان پانچ بڑے بڑے ائمہ کرام (حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی بن حسین، حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہم) نے اپنے صاحب زادوں کا نام عمر رکھا۔

۶۔ ابو الفرج نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسین بن علی بن الحسن کے ساتھ جن لوگوں نے خلیفہ ہادی کے دور میں معرکہ فخ میں خروج کیا ہے ان میں ایک حضرت عمر بن اسحاق بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب تھے۔ (مقاتل الطالبین ۴۳۱)

۷۔ نیز ان کے ساتھ خروج کرنے والوں میں حضرت عمر بن حسن بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب تھے۔

۸۔ اور مستعین باللہ کے دور میں جن حضرات نے خروج کیا ان میں حضرت یحییٰ بن عمر بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب

تھے۔ (مقاتل الطالبین ص ۵۳) تو حضرت یحییٰ کے والد عمر زید بن علی کے پوتے ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ کے نزدیک حضرت عمر فاروق کا مقام

سابقہ تفصیل سے بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کتنی قدر و منزلت تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے فراق پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شدید صدمہ پہنچا، چنانچہ آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب چارپائی پر رکھا گیا اور لوگ ان کے ارد گرد جمع ہوگئے، اور ان کے لئے دعا اور نیک کلمات کہنے لگے میں بھی وہاں موجود تھا اور قبل اس کے کہ ان کی چارپائی اٹھائی جائے، اچانک ایک شخص نے میرے کندھے کو پکڑا، میں نے گھبرا کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا: "آپ نے اپنے بعد ایسا کوئی شخص نہیں چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ محبوب ہو، کہ میں اس جیسے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں، اور بخدا مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دو ساتھیوں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمع فرمائے گا، کیونکہ میں نے بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں گیا، اور ابو بکر عمر گئے، میں داخل ہوا اور ابو بکر عمر داخل ہوئے، میں نکلا اور ابو بکر و عمر نکلے۔" (صحیح بخاری ۱/ ۵۱۴)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک موقع پر یوں فرمایا: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی آزمائش میں خوب کامیاب ہوئے، انہوں نے کجی کو سیدھا کیا، بیماری کا علاج کیا، فتنہ کا گلا گھونٹا، اور سنت کو قائم کیا۔ صاف ستھرے بے عیب چلے گئے، دنیا کی خیر کو پالیا اور اس کے شر سے بچ گئے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالائے، اور اس کا حق بجالانے میں سب سے زیادہ متقی تھے آپ دنیا سے رخصت ہوگئے، اور لوگوں کو ایسے مختلف راستوں میں چھوڑ گئے جہاں بھٹکے ہوئے انسان

کو صحیح راستہ نہیں ملتا، اور صحیح راستہ پر چلنے والے کو یقین حاصل نہیں ہوتا۔"

(شرح نہج البلاغہ ۲/۲۲۲)

حضرت علی اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما

حضرت ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب، اور آپ کی دو صاحب زادیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے شوہر، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہم زلف ہیں جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔ اور جنھوں نے امت کو ایک مصحف پر جمع فرمایا۔

آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے اور اس پر ثابت قدم رہنے والے سچے مسلمانوں میں سے تھے، اپنا اکثر سرمایہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی۔ آپ ان صحابہ میں تھے جنھوں نے علم، عمل، تہجد، جہاد فی سبیل اللہ اور صلہ رحمی جیسے صفات کو جمع کر رکھا تھا۔ آپ حضرت علی مرتضیٰؓ سے تقریباً اٹھائیس سال بڑے تھے۔

آپ نے فتوحات میں توسیع کا حکم دیا، اور آپ کے مبارک دور میں خراسان اور فارس کے دوسرے شہر فتح ہوئے، اور آپ کے عہد میں عرب مسلمانوں نے فارس کی جڑ کو اکھیڑ پھینکا، اور روئے زمین پر ان کے قبضہ میں کوئی ایک شہر بھی باقی نہیں رہا۔ اس لئے فارسی مجوسی ان سے نفرت کرنے لگے، اور ان کی پاکیزہ اور نیک سیرت کو بگاڑنے کے لئے جھوٹے قصے اور کہانیاں بنائیں۔

خوارزمی، اربلی اور مجلسی وغیرہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا، اور وہ اس طرح کہ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی زرہ چار سو درہم میں خریدلی، پھر خریدتے ہی وہ زرہ ان کو بطور ہدیہ پیش کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے وہ زرہ اور درہم لئے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے وہ زرہ اور درہم ڈال دیئے، اور آپ سے حضرت عثمان کے اس احسان

کا ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خیر کی دعا فرمائی

المناقب، خوارزمی ۲۵۳ کشف الغمہ، اربلی ۱/ ۳۵۹ بحار الانوار ۲۹ ـ ۳۰

اور مسعودی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مبارک زواج کے گواہوں میں سے ایک تھے۔ (تاریخ المسعودی ۳/ ۵۱ تاریخ التواریخ ۵/ ۱۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کے لئے چھ آدمیوں کا انتخاب فرمایا تاکہ ان میں سے ایک کو خلیفہ منتخب کیا جائے اور سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئے، تو سب سے پہلے آپ کی بیعت کرنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے، اور دوسرے نمبر پر آپ کی بیعت کرنے والے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ تھے۔

(امالی، طوسی ۲/ ۲۴ طبقات ابن سعد ۳ ـ ۴۲)

اور اس بیعت میں حضرت علیؓ کا وہ جذبہ کار فرما تھا کہ آپ مسلمانوں کو متحد اور متفق دیکھنا چاہتے تھے، جب کہ وہ اپنے آپ کو اس خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔

حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کی بیعت کے بعد ان کے نہایت مخلص، خیر خواہ، اور وفادار معاون رہے۔ مورخین نے ان کے دو عدالتی فیصلے ذکر کئے ہیں جو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں صادر فرمائے ہیں۔

(الارشاد ۱۱۲ ـ ۱۱۳ الاغانی ۷ ـ ۲۱۵)

آپ کے صاحب زادوں اور دوسرے اہل بیت نے آپ کے جھنڈے کے نیچے جہاد کیا ہے، چنانچہ حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم عبداللہ بن ابی السرح کی قیادت میں برقہ اور طرابلس کی فتح میں شریک ہوئے۔ (تاریخ ابن خلدون ۲/ ۱۰۳) اسی طرح یہ حضرات خراسان، طبرستان اور جرجان وغیرہ کی فتح میں سعید بن العاص اموی کی قیادت میں شریک ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس بار بار ان کا دفاع کیا اور لوگوں کو ان سے دور کیا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو روک دیا، اور ان سے درخواست کی کہ وہ گھر میں تشریف رکھیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحب زادوں حضرت حسن اور

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے بھیجا اور اسی دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے (تاریخ کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ دیکھو انساب الاشراف ۵۔ ۹۵ تاریخ خلیفہ ۱۵۔ ۱۰ شرح نہج البلاغہ ۲۔ ۲۸۱ وغیرہ)

حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت عثمانؓ کا مقام

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کے اس بلیغانہ کلام سے ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ آپ نے ان کو اس وقت مخاطب کیا جب لوگوں نے آپ کو ان کے پاس بھیجا، آپ نے فرمایا:

"لوگ میرے پیچھے کھڑے ہیں، انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، بخدا میں حیران ہوں کہ میں آپ سے کیا بات کروں، مجھے کوئی ایسی بات معلوم نہیں جس سے آپ بے خبر ہوں، اور نہ میں آپ کو کسی ایسے امر کی طرف راہنمائی کروں جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ آپ کو بھی معلوم ہے۔ ہم نے آپ سے پہلے کسی چیز میں سبقت نہیں کی جس کی آپ کو خبر دیں۔ اور نہ ہی ہم نے کوئی چیز خلوت میں حاصل کی ہے جسے ہم آپ تک پہنچائیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ آپ نے بھی دیکھا، جو کچھ ہم نے سنا وہ آپ نے بھی سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت آپ کو بھی اسی طرح نصیب ہوئی جیسے ہمیں نصیب ہوئی، اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ حق پر عمل در آمد کرنے کے آپ سے زیادہ مستحق نہیں۔ اور آپ رشتہ قرابت میں ان دونوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔ اب آپ اپنے بارے میں اللہ سے ڈریں کیونکہ بخدا آپ اندھے نہیں ہیں کہ آپ کو دکھایا جائے اور جاہل

نہیں کہ آپ کو سکھایا جائے (نہج البلاغہ! ۲/ ۴۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس بیان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کمل ایمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصاحبت پر گواہی ہے، اور یہ کہ ان کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی طرح ان کی معرفت ان کی معرفت جیسی ہے۔ اور وہ اسلام میں سبقت کرنے والے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک صاحب زادے کا نام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، اور وہ حضرت عثمان بن علی بن ابی طالب ہیں، اور یہ حضرت ابو الفضل عباس کے حقیقی بھائی ہیں، ان دونوں کی والدہ حضرت ام البنین بنت حزام بن خالد بن صعصعہ ہیں اور یہ عثمان اور ان کے بھائی عباس دونوں اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور شہادت کے وقت حضرت عثمان بن علی کی عمر اکیس سال تھی۔ (الارشاد، مفید! ۱۸۶ مقاتل الطالبین، معجم رجال الحدیث ۱۱/ ۱۲۲ - ۱۲۵)

نیز اہل عثمان اور اہل بیت میں رشتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب زادیوں سے یکے بعد دیگرے شادی کی، اور آپ کے صاحب زادے حضرت ابان بن عثمان نے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی صاحب زادی ام کلثوم سے شادی کی (المعارف ابن قتیبہ !۸۶)

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت زید بن عمرو بن عثمان نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی صاحب زادی حضرت سکینہ سے شادی کی۔

(طبقات ابن سعد ۶/ ۳۴۹ جمہرۃ انساب العرب، ابن حزم، معارف ابن قتیبہ ۹۳)

اور آپ کے دوسرے پوتے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے حضرت سکینہ کی بہن حضرت فاطمہ بنت حسین بن علیؓ سے شادی کی۔

(معارف ابن قتیبہ ۹۳ طبقات ابن سعد ۸ - ۳۴۸)

اور حضرت مروان بن ابان بن عثمانؓ نے حضرت ام القاسم بنت حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب سے شادی کی (جمہرۃ انساب العرب ۸۵، جمہرۃ ۳۸) رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
کی اولاد

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دو صاحب زادے (حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ) کے علاوہ اپنی اولاد کے نام رکھنے میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا کیونکہ ان دو صاحب زادوں کے نام حسن اور حسین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے نام ان حضرات کے نام پر رکھے جن سے آپ کو محبت و عقیدت تھی، اور جو آپ کے قلبی دوست اور راہ ہدایت کے ساتھی تھے، چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر، اپنے چچا حضرت عباسؓ کے نام، دوسرے چچا حمزہؓ شہید کے نام، اپنے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب شہیدؓ کے نام، اور اپنے احباب اور راہ ہدایت کے ساتھیوں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ناموں پر اپنے صاحب زادوں کے نام رکھے نیز آپ نے اپنی صاحبزادیوں کے نام زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں اور آپؐ کی ازواج مطہرات کے ناموں پر رکھے۔

علماء انساب کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد کتنی تھی، اور ستائیس سے لے کر انتالیس تک تعداد ذکر کی گئی ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بعض اولاد بچپن میں فوت ہو چکی تھی۔

اب ہم اختصار کے ساتھ آپ کے صاحب زادوں اور صاحب زادیوں کا ذکر کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب تواریخ پر اعتماد کیا گیا ہے۔

جمہرۃ انساب العرب، ابن حزم۔ تاریخ ابن عساکر، تاریخ الیعقوبی،

الارشاد، مفید، مقاتل الطالبین، ابوالفرج، عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب، منتھی الامال، اور الفصول المہمۃ وغیرہ۔

صاحب زادے

(۱) .... حسن بن علی بن ابی طالبؓ، آپ کے سب سے بڑے صاحب زادے

(۲) .... حسین بن علی بن ابی طالبؓ

(۳) .... محسن بن علی بن ابی طالبؓ بچپن میں وفات پائی

ان تینوں حضرات کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا ہیں۔

(۴) .... محمد بن علی بن ابی طالب، جو ابن الحنفیہ سے مشہور ہیں۔

ان کی والدہ حضرت خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ ہیں جو قبیلہ بنی حنفیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۵) .... محمد اصغر، ان کی والدہ ام ولد تھیں، یہ اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے

(۶) .... عباس بن علیؓ اکبر ان کی کنیت ابوالفضل ہے، اور ان کو سقاء ابو قربہ بھی کہتے ہیں، اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے، ان کی والدہ ام البنین بنت حزام بن خالد ہیں جو بنی صعصعہ قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں

(۷) .... عباس اصغر، ان کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے

(۸) .... عثمان بن علی الاکبر، اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے

(۹) .... عثمان بن علی الاصغر، اپنے والد کی زندگی میں وفات پائی

(۱۰) .... جعفر بن علی الاصغر، اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

(۱۱) .... جعفر الاصغر، اپنے والد کی زندگی میں وفات پائی

(۱۲) .... عبداللہ بن علی الاکبر، ان کی کنیت ابو محمد ہے، اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے

(۱۳) .... عبداللہ الاصغر

اور عثمان، جعفر، عبداللہ اور عباس ان سب کی ماں ام البنین ہیں، اور ان میں عباس سب سے بڑے ہیں

(۱۴) .... عمر بن علیؓ الاکبر جو اطرف کے لقب سے مشہور ہیں، ان کی والدہ صہباء بنت ربیعہ بن بجر بن ثعلبیہ ہیں

(۱۵) .... عمر بن علی الاصغر

(۱۶) .... ابو بکر عتیق بن علی، اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے، ان کی والدہ لیلی بنت مسعود بن خلد تمیمیہ ہیں۔

(۱۷) .... عبیداللہ بن علی، ان کی کنیت ابو علی ہے، یہ ابو بکر بن علی کے بھائی ہیں، یہ حضرت مصعب بن زبیر کے ساتھ مختار کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

(۱۸) .... عبدالرحمان بن علی ابن ابی طالب

(۱۹) .... حمزۃ بن علی بن ابی طالب

(۲۰) .... عون بن علی بن ابی طالب

(۲۱) .... یحیٰ بن علی، بچپن میں فوت ہوئے، ان کی والدہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ ہیں، وہ حضرت جعفر طیار کی بیوی تھیں، ان کی شہادت کے بعد ان سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا، ان سے ان کے صاحب زادے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نسب ان کی اولاد میں صرف پانچ صاحبزادوں سے چلا، اور وہ پانچ یہ ہیں
(۱) حضرت حسن (۲) حضرت حسین (۳) حضرت محمد بن حنفیہ (۴) حضرت عباس اور (۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہم اجمعین

آپ کی صاحب زادیاں

۱......... زینب الکبری، ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی شادی اپنے چچا کے لڑکے عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوئی۔
۲......... صغریٰ
۳......... ام کلثوم الکبری، ان کی والدہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں ان کا نکاح حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر پیدا ہوئے۔
۴......... ام کلثوم الصغریٰ
۵......... رقیہ الکبری
۶......... رقیۃ الصغریٰ
۷......... فاطمہ الکبری
۸......... فاطمہ الصغریٰ
۹......... فاختہ
۱۰......... امۃ اللہ
۱۱......... جمانہ، ان کی کنیت ام جعفر ہے
۱۲......... رملۃ، ان سے معاویہ بن مروان بن حکم اموی نے شادی کی
۱۳......... ام سلمہ

۱۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ام الحسن
۱۵۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نفیسہ، ان کی کنیت ام الکرام ہے
۱۶۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میمونہ
۱۷۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خدیجہ
۱۸۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لبابہ
رضی اللہ عنہم اجمعین